الفرقان

قرآنی حقائق بیان کرنے والا

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

مدیر مسئول

ابو العطاء جالندھری

اگست 1969

ماہنامہ "الفرقان" اور احباب کا فرض

● حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ارشاد :-

"میرے نزدیک الفرقان جیسا علمی رسالہ تیس چالیس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ر جنوری ۱۹۵۶ء)

● حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابلِ قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں اور قرآن کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض و غایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض و غایت بصورت احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نور سے منور کرے۔ (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۵۹-۷-۱۱)"

(الفضل ۱۰ر جولائی ۱۹۵۹ء)

رسالہ کا سالانہ چندہ چھ روپے ہے!

مینجر الفرقان ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۹ شمارہ ۸	ماہنامہ الفرقان ربوہ اگست ۱۹۶۹ء	ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ ظہور ۱۳۴۸ ہش

علمی و تبلیغی مجلہ

—الفرقان—

ادارۂ تحریر

● ایڈیٹر:۔ ابوالعطاء جالندھری

● نائبین:۔ (۱) دوست محمد شاہد مولوی فاضل (۲) عطاء المجیب راشد ایم۔ اے

عرضِ حال!

گزشتہ دو ماہ سے رسالہ کی اشاعت مقررہ وقت پر نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے احباب نے سخت شکوہ کیا ہے۔ ان کا شکوہ بجا ہے۔ گزشتہ نمبر تو خاص نمبر ۔۔ لا نسخ فی القرآن نمبر ۔۔ تھا اس کا حجم بھی زیادہ تھا۔ ماہ اگست کا یہ پرچہ بھی ذرا دیر سے روانہ ہو رہا ہے اسکے لئے احباب سے معذرت خواہ ہوں۔

رسالہ کی مالی حالت کے علاوہ بعض انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے یہ التوا ہوا ہے۔ آئندہ کیلئے حتی المقدور کوشش ہوگی کہ رسالہ اپنی مقررہ تاریخ یعنی ہر شمسی ماہ کی پندرہ تاریخ کو پوسٹ ہوجایا کرے انشاء اللہ العزیز۔

احباب سے بھی درخواست ہے کہ وہ پورا تعاون فرماکر مزید خریدار بنائیں تا رسالہ پوری طرح اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے (ایڈیٹر)

ترتیب

● وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ۔ (قرآن مجید کی ایک پیشگوئی کا ظہور) ایڈیٹر ص۲

● شذرات۔ // ص۵

● عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث // ص۱۱

● البیان (سورۃ النازعات کا ترجمہ و مختصر تفسیر) ابوالعطاء ص۱۳

● خالق کائنات کی طرف بندۂ مسلم کا آسمانی سفر۔ (تسخیر کائنات کا مقصد قرآن مجید کی روشنی میں) ۔۔۔ مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد ص۱۸

● اسلام کا معاشی و اقتصادی نظام ۔۔ مکرم شیخ محمد اقبال صاحب کوئٹہ ص۲۷

● غزل جناب وسیم گورداسپوری ملتان ص۳۳

● سمندروں کی وسیع و عریض دنیا بے اندازہ قدرتی وسائل سے مالامال ہے ۔۔ (اقتباس) ص۳۴

● ایک پرانے بزرگ (محترم جناب ڈاکٹر محمد منیر صاحب امرتسری، لاہور) کا مکتوب ۔۔ ص۳۷

اداریہ

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ

قرآن مجید کی ایک اور پیشگوئی کا ایمان افروز ظہور!

اجرام فلکیہ کے متعلق پیشگوئی

قرآن پاک کی آخری زمانہ کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیوں میں سے ایک اہم پیشگوئی وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ (سورۃ تکویر ۳) کے پرجلال الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ فرمایا کہ وقت آنے والا ہے جب آسمانوں کی کھال اتاری جائیگی۔ ان کے حقائق و دقائق کو پوری طرح معلوم کیا جائیگا۔ انکے خواص و حالات کا پتہ لگایا جائیگا۔

عربی زبان میں کشط کے معنے (۱) پردہ اٹھا دینے (۲) اور کھال اتارنے کے ہوتے ہیں (اقرب الموارد) پردہ بھی رازوں اور اسرار سے اٹھایا جاتا ہے اور کھال اتارنا خود باریک امور کی تحقیق کے لئے ایک محاورہ ہے کہتے ہیں فلاں تو بال کی کھال اتارتا ہے۔ لغت کے ان معنوں کے رو سے آیت کریمہ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ کے دو معنے ہوسکتے ہیں :-

اوّل یہ کہ آخری زمانہ میں، قرب قیامت میں آسمانی علوم و حقائق کا بنی نوع انسان پر خاص انکشاف ہوگا۔ آسمانی وحی سے علوم روحانیہ اور مادیہ کی غیر معمولی ترقی ہوگی۔ ان معنوں کی تائید سورہ الزلزال کی آیت بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا سے بھی ہوتی ہے کہ اس وقت زمین پر تیرے رب کی طرف سے وحی ہوگی۔ گویا خدا کا مامور پیدا ہوگا، اُسے وحی آسمانی سے سرفراز فرمایا جائیگا۔ اس وحی کی تاثیرات سے آسمانوں اور زمین میں عجیب و عجیب انکشاف ہوں گے۔

دوم۔ آسمانوں سے مراد اجرام فلکیہ ہیں ان کے اسرار انسانوں سے مخفی تھے آخری زمانہ میں علم ہیئت و سائنس کو غیر معمولی ترقی ہوگی اور انسان اپنی حد تک آسمانوں کی کھال اُتارنے پر کمربستہ ہوجائیگا اور بہت سے آسمانی حقائق کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ ان معنوں کی تائید یاجوج و ماجوج کی مادی ترقیات کے سلسلہ میں قرآنی پیشگوئی کے الفاظ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (الانبیاء) سے ہوتی ہے۔ فرمایا کہ یاجوج و ماجوج آخری زمانہ میں ہر بلندی پر دوڑتے پھریں گے۔

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے مطبوعہ قرآن کریم میں اِس آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے :-
"جب آسمان کُھل جاوے گا اور اس کے کُھلنے سے آسمان کے اُوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی"

سورہ تکویر کی دس پیشخبریاں

سورہ تکویر میں پیشگوئی وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ سے پیشتر یہ اہم خبریں مذکور ہیں (۱) سورج لپیٹ دیا جائیگا (۲) ستارے بے نور ہو جائیں گے (۳) پہاڑوں کو چلایا جائے گا (۴) اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی (۵) وحشیوں کو اکٹھا کیا جائیگا (۶) دریاؤں کو چیرا جائے گا (۷) انسانوں کو باہم ملا دیا جائے گا (۸) زندہ گور کی گئی کے بارے میں باز پرس ہوگی کہ کس گناہ کے باعث اُسے قتل کیا گیا (۹) کتابوں اخبارات اور صحیفوں کی اشاعت بکثرت ہوگی۔ اِن نو پیشگوئیوں کے بعد فرمایا ہے (۱۰) وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ کہ اس وقت آسمانوں کی کھال اُتار دی جائے گی۔

پیشگوئیوں کا تعلق زمانہ مسیح موعود سے ہے

اِن پیشگوئیوں کو بعض مفسرین نے قیامت پر چسپاں کیا ہے۔ اِس توجیہہ کی تردید کئے بغیر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اِن ساری پیشگوئیوں کا اصل تعلق آخری زمانہ سے ہے جو قرب قیامت کا زمانہ ہے جسے مسیح موعود کا زمانہ بھی کہتے ہیں۔ ہمارے اِس رجحان کی تائید حدیث نبوی سے بھی ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے زمانہ کی علامات میں فرمایا ہے وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا (صحیح مسلم) کہ مسیح موعود کے وقت میں تیز رَو اونٹنیوں کو بھی ترک کر دیا جائیگا۔ تیز روی کے لئے اُن سے کام نہیں لیا جائیگا یعنی اس زمانہ میں تیز رفتاری کے لئے اَور سواریاں ایجاد ہو جائیں گی اور اِس پہلو سے اونٹ گویا متروک ہو جائیں گے۔ حدیث نبوی کی یہ پیشگوئی نہایت واضح طور پر آیت کریمہ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ کی تفسیر ہے۔ اس حدیث سے متعین ہو جاتا ہے کہ سورہ تکویر کے آغاز میں بیان شدہ علامات کا تعلق واضح طور پر مسیح موعود کے زمانہ سے ہے جو آخری زمانہ کہلاتا

پیشگوئیوں کا واضح ظہور

واقعاتی تصدیق پیشگوئیوں کے معانی کے متعین کرنے میں بڑی دلیل ہوتی ہے۔ زمانہ گواہ ہے کہ ظاہری سورج کے گہن میں آنے کے علاوہ آفتاب حقیقت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ بیگانے تو بیگانے تھے اپنے بھی خود اعتراف کر رہے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور جا پڑے ہیں۔ علماء ستارے ہوتے ہیں انکا

بے نور ہو کر بکھر جانا اظہر من الشمس حقیقت کے حکم میں ہے۔ ظاہری پہاڑ بھی اڑائے گئے اور بادشاہوں کو بھی تہ و بالا کر دیا گیا ایسے ایسے بادشاہ جو پہاڑوں سے مضبوط قدم رکھتے تھے روئی کے گالوں کی طرح اڑتے دکھائی دیئے۔ اونٹوں کی بجائے موٹر، ریل، ہوائی جہازوں کی سواریاں دنیا بھر میں تیز رفتاری کے لئے پھیل گئی ہیں۔ چڑیا گھروں میں وحشی جانوروں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے نیز غیر متمدن قوموں کے لئے دنیا بھر میں حشر برپا ہے وہ آزاد ہو رہی ہیں ترقی کر کے باگ حکومت سنبھال رہی ہیں سمندروں میں طوفان برپا ہیں۔ دریاؤں سے نہریں نکال کر بنجر زمینوں کو سیراب کیا جا رہا ہے اور دریا خشک ہو رہے ہیں۔ دنیا کے تمام ملکوں میں ذرائع رسل و رسائل کے فوق العادت پھیل جانے کو ہر آنکھ دیکھ رہی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا ایک شہر کی طرح ہو گئی ہے چند گھنٹوں میں مشرق کی خبر مغرب میں پھیل جاتی ہے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا گیا ہے۔ امن عامہ اور قانون کی حکومت کا یہ حال ہے کہ ہر جگہ زندہ در گور کرنا خطرناک جرم قرار پا چکا ہے کتابوں اور اخبارات کی فوق التصور اشاعت کے لئے پریس ایجاد ہو گئے ہیں اور ان کے پھیلانے کے لئے ریلیں اور ہوائی جہاز جاری ہو گئے ہیں۔ غرض وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کا نظارہ سب کو دکھائی دے رہا ہے۔ سائنس دان کچھ عرصہ سے اجرامِ فلکیہ کی کُنہ معلوم کرنے کے درپے تھے تاکہ آیت کریمہ وَاِذَا السَّمَاۗءُ كُشِطَتْ کا نظارہ بھی دنیا کر لے اور انسانوں پر اتمامِ حجت ہو جائے۔ سو اس سال یہ واقعہ بھی ہو گیا۔ خلا نوردوں کی ایک پارٹی چاند تک پہنچ گئی ہے اور اسے چاند کے بارے میں کچھ حقائق معلوم کرنے میں کامیابی حاصل ہو گئی ہے اور ابھی یہ لوگ مزید اجرامِ فلکیہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ الکریم۔

اشاعتِ اسلام کا عظیم دَور

زمینی اور آسمانی واقعات قرآن پاک کی صداقت پر مُہر کر رہے ہیں اور اب اس آسمانی تقدیر کے پورا ہونے کا وقت بالکل قریب ہے کہ انسان خدائے واحد کی ہستی پر یقین کریں گے اور قرآنِ پاک کی حقانیت پر ایمان لائیں گے اور سیّدِ وُلدِ آدم حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حلقہ بگوشی کو انتہائی سعادت سمجھیں گے۔ ساری دُنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا صلی اللہ علیہ وسلم۔

جس طرح دوسری پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں اسی طرح یہ آسمانی نوشتہ بھی پورا ہو کر رہے گا۔ مبارک وہ جو خدائی باتوں کو سمجھیں اور ان پر ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ آمین ؛

شذرات

(۱) نظامِ شمسی میں زمین کے سوا کہیں زندگی کا وجود نہیں

روزنامہ مشرق لاہور میں مندرجہ بالا عنوان سے ذیل کا نوٹ شائع ہوا ہے:-

"پسا ڈینا ۲۰ اگست (اے پ، اے پ ا) مریخ کی تازہ تصاویر سے اس کی بے آب و گیاہ سطح اور بے جان فضا کا ثبوت مل جانے کے بعد دو ممتاز سائنسدانوں نے کہا ہے کہ زندگی پائے جانے کی امیدیں مریخ ہی میں سب سے زیادہ تھیں اور اگر یہ سیارہ بھی مردہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نظامِ شمسی میں کرۂ ارض کے سوا کسی سیارہ میں جاندار مخلوق کا وجود نہیں ہے۔

غیر ارضی حیاتیات کے ماہر ڈاکٹر نارمن ہورونٹز اور خاکی خوردبینی جراثیم کے ماہر ڈاکٹر ری کیرون نے یہ رائے خلائی جہازوں میرینر ششم اور ہفتم کی ارسال کردہ تصاویر کا مطالعہ کرنے کے بعد قائم کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس قسم کی زندگی سے ہم واقف ہیں اس کے لئے نائٹروجن ضروری ہے لیکن مریخ میں اس گیس کی موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔

انہوں نے کہا کہ اب اگر کسی سیارے پر زندگی پائے جانے کا امکان ہو سکتا ہے تو وہ مشتری ہے لیکن وہاں انسان کے پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ بہت دور ہے اور اس کی فضا میں جزوی طور پر منجمد بادلوں کے طوفان ہمیشہ منڈلاتے رہتے ہیں۔ ۷۴ء اور ۷۵ء میں امریکہ سے ایسے خلائی جہاز مریخ کی سطح پر اتارے جائیں گے جو مٹی کا تجزیہ کریں گے۔ اگر ان کے مشاہدات بھی مریخ میں جانداروں کا وجود ثابت نہ کر سکے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ سورج کے گرد چکر لگانے والے سیاروں میں صرف زمین پر زندگی موجود ہے۔

ڈاکٹر ہورونٹز نے کہا کہ مجھے میرینر ششم اور ہفتم کی مایوس کن تصاویر کے باوجود حتمی طور پر یہ فیصلہ کرنے میں تامل ہے کہ مریخ پر سرے سے کوئی جاندار شے نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ فضا میں نائٹروجن نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ مٹی میں دوسرے عناصر کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ ڈاکٹر کیرون نے کہا کہ مٹی میں نائٹروجن کی موجودگی خورد حیاتیات کی افزائش کا سبب بن سکتی ہے۔ مشتری کے بارے میں ڈاکٹر ہورونٹز نے کہا کہ اس کی کیمیاوی ساخت زمین سے اس قدر مختلف ہے کہ اگر وہاں بفرضِ محال زندگی پائی بھی گئی تو وہ زمین کی زندگی سے قطعی مختلف ہوگی۔

انٹرویو کے آخر میں دونوں سائنسدانوں نے

پھر کہا کہ اگر مشتری پر زندگی نہیں ہے اور مریخ پر بھی اس کے آثار نہ ملے تو گویا کرۂ ارض پورے نظامِ شمسی میں اس شرف کے لئے منفرد ہے۔" (مشرق ۶/اگست ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ وہ لوگ جو خلا نوردوں کی چاند تک حصولی رسائی سے گھبرا رہے تھے کہ اب آیت کریمہ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ کے کیا معنے ہوں گے مطمئن ہو جائیں۔ سائنسدان تو زمین کی ہوا اور اس کی اغذیہ لیجا کر چاند پر چند گھنٹے گزارتے ہیں اور وہ چاند کو زمین کا ہی ایک علیحدہ ہو جانے والا ٹکڑا قرار دے رہے ہیں۔ لیکن بعض لوگ یونہی اعتقادی کمزوری کا شکار ہو رہے ہیں۔

(۲) بھارتی پنڈتوں کی تُکیں

روزنامہ پرتاپ (جالندھر) میں مندرجہ ذیل خبر شائع ہوئی ہے:۔

"سنسکرت سکالر پنڈت راجیشور پرشاد شاستری دراوڑ کا کہنا ہے کہ بھارت کے لوگ اس چاند کی پوجا نہیں کرتے جس پر انسان پھر کر آیا ہے۔ ہمارا چاند تو سورج سے بھی پرے ہے لیکن آپ نے کہا کہ آدمی کا پاؤں پڑنے سے کسی گرو کی تقدیس ختم نہیں ہوتی۔ سرینگر کی ایک اطلاع ہے کہ وہاں ایک جیوتشی نے نوگرہ پوجا سے چاند کو نکال دیا ہے کیونکہ انسان اس پر اتر چکا ہے۔"

(پرتاپ بھارت ۲۹ جولائی ۶۹ء)

الفرقان۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ (الحج) کہ اے انسانو! نہ سورج کی پوجا کرو نہ چاند کی بلکہ اللہ کی عبادت بجالاؤ جو سورج و چاند کا بھی خالق ہے۔

خدا کرے کہ چاند وغیرہ تک انسان کی رسائی اسے اس حقیقت سے آشنا کر دے کہ یہ چیزیں مخلوق ہیں اور قابلِ عبادت نہیں ہیں۔

(۳) ایک اور نیک پہلو

مدیر صدق جدید لکھنؤ لکھتے ہیں :۔

"امریکا سے خبر آئی ہے کہ چاند میں سب سے پہلے پہنچنے والے خلا باز آرم سٹرانگ کی ضعیف والدہ نے جب یہ خبر سُنی تو کہا کہ ہر تعریف کے قابل وہ خدا ہے جو ہر برکت کا سرچشمہ ہے۔ اور وہ اپنے بیٹے کے لئے اس کے خلائی سفر کے دوران ہر وقت مصروفِ دعا رہی تھیں ——— اور اس سے پہلے صدرِ امریکا کا یہ ٹیلیفونی پیام خلا بازوں کے نام شائع ہو چکا تھا "ساری دنیا ہماری اس دُعا میں شریک ہے کہ تم سلامتی کے ساتھ واپس آجاؤ۔"

یہ آوازیں کتنی مختلف ہیں روس کے اس مسخرے سابق وزیر اعظم خروشیف کے حلقوم کی اس آواز سے کہ "ہم سیاروں تک ہو آئے لیکن خدا کو کہیں نہ پایا۔" (صدق جدید ۸ اگست ۶۹ء)

الفرقان - یہ ایک نہایت نیک شگون ہے اللہ کرے کہ جلد دُنیا کے تمام اہل سمجھ لوگ خدائے واحد کو پہچان لیں - آسمانوں اور زمینوں میں نشانات تو بے انت ہیں صرف انسانوں کو آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے۔

(۴) "چاند کے مسافروں کو خود ساختہ نبی کا انتباہ"

روزنامہ امروز لاہور نے مندرجہ بالا عنوان سے لکھا تھا کہ :-

"لاہور ۱۹ر جولائی - لندن میں مقیم ایک پاکستانی خواجہ محمد اسمٰعیل نے جو اپنے آپ کو نبی اور مسیح کہتا ہے چاند کے سفر پر روانہ ہونے والے تین خلابازوں کو انتباہ کیا ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ عذاب الٰہی کا نشانہ بنیں گے - خود ساختہ نبی نے ۱۵ر جولائی کو لندن سے ایک بلیٹن جاری کیا جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس پر وحیٔ الٰہی کا نزول ہوا ہے اور اُسے بتایا گیا ہے کہ ستاروں پر قابض ہونے کی ہوس میں مبتلا لوگوں پر بجلی ہوتی دھاتیں اور شعلے برسائے جائیں گے اور انہیں کہیں امان نہیں ملے گی - یہ بلیٹن لاہور میں بھی بکثرت تقسیم کیا گیا ہے۔"

(امروز ۲۰ر جولائی ۱۹۶۹ء)

الفرقان - ہم اس اقتباس کو بغرض ریکارڈ درج کر رہے ہیں - کیونکہ یہ بھی خلانوردوں کے سلسلہ میں ایک پہلو تھا۔

(۵) آخرت کا تصور سراسر دھندلا ہو گیا ہے

سپریم کورٹ کے جج مسٹر جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس نے کہا ہے کہ :-

"غریب عوام سے قطع نظر جو مذہب کے شیدائی ہیں سارا معاشرہ ایک بتکدہ ہے، جہاں دولت اور اقتدار کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور یہ احساس ختم ہو گیا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے نیک و بد اعمال کی وجہ سے ہوتا ہے - آخرت کا تصور اتنا دھندلا گیا ہے کہ جب بھی اس کا ذکر کیا جاتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ پُرانے زمانے کی باتیں ہیں"

(روزنامہ مشرق لاہور ۱۱ اگست ۱۹۶۹ء)

الفرقان - بات نہایت وزنی ہے مگر سوال تو یہی ہے کہ آخرت پر یقین و ایمان کس طرح پیدا ہو گا؟ غور کرنے کے قابل تو یہ امر ہے۔

(۶) کیا اُمت میں دو نبی ہو سکتے ہیں؟

مدیر لولاک لائل پور لکھتے ہیں :-

"ایک اُمت میں مرکزی شخصیت نبی ہی ہوتا ہے - ایک نبی کی اُمت کے کئی

فرقے ہوسکتے ہیں لیکن ایک اُمت کے لئے کئی نبی نہیں ہوسکتے۔"

(اخبار لولاک ۸ ؍ اگست ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ علماء زیادہ سوچ کر بات کرنے کے عادی نہیں رہے ورنہ وہ ایسی بات ہرگز نہ کہتے۔ بنو اسرائیل ایک اُمت تھے مگر ان میں صدہا نبی آتے رہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بیک وقت دو نبی بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ پھر یہ علماء خود مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں نبی اللہ مسیح موعود آئے گا۔ پس یہ تو درست ہے کہ مرکزی شخصیت یعنی صاحب شریعت نبی ایک ہی ہوتا ہے مگر یہ درست نہیں کہ اُمتی نبی بھی دوسرا نہیں ہوسکتا۔

(۷) حضرت علیؓ کی حکیمانہ خاموشی

شیعہ رسالہ المنتظر لاہور لکھتا ہے:۔

"تلوار اُٹھانے کے بعد دو ہی صورتیں پیدا ہوسکتی تھیں یا حضرت علیؓ کو ساتھی ملتے یا نہ ملتے۔ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے زمانہ پیغمبرؐ میں ۲۳ سال تک جو سرفروشانہ خدمتیں انجام دی تھیں ان کے پیش نظر مسلمان آپ کی مدد و نصرت کے لئے ضرور کھڑے ہو جاتے لیکن صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے۔۔۔۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر جناب امیرؑ اپنے حقِ خلافت کو حاصل کرنے کے لئے تلوار اُٹھاتے تو ساتھی نہ ملتے۔ ساتھی نہ ملنے کا آپ کو یقین تھا۔

۔۔۔۔۔ وفات آنحضرتؐ کے بعد ایمان کو علیؓ کی زندگی کی ضرورت تھی جس کے لئے آپ نے خاموشی اختیار کی مگر صرف خاموشی نہیں بلکہ حکیمانہ خاموشی۔"

(المنتظر ۵ ؍ جولائی ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ گویا جب "ایمان" کو اولیاء کی "زندگی" کی ضرورت ہوا کرے تو وہ "حکیمانہ خاموشی" اختیار کر لیا کریں تو عین اسلام ہے۔

(۸) شیعہ کسی سیاسی جماعت سے کیوں نہیں ملتے؟

فاضل مدیر المنتظر اپنے افتتاحیہ "لمحۂ فکریہ" میں لکھتے ہیں:۔

"نام تو سب اسلام کا لیتے ہیں لیکن کوئی مخلص نہیں بلکہ اسلام کے ذریعہ اقتدار حاصل کرنے کی سعی لاحاصل میں مصروف ہیں۔ شیعہ من حیث الجماعت دل سے چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی آئین رائج کیا جائے لیکن جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ تمام سیاسی جماعتوں کے اسلامی نظام کے سلسلہ میں نعرے کھوکھلے ہیں تو ان کا من حیث الجماعت کسی جماعت کے ساتھ الحاق ایک روحانی موت ہے۔" (المنتظر ۵ ؍ جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۴)

الفرقان۔ اندریں حالات شیعہ صاحبان من حیث الجماعت معذور ہیں وہ کس طرح "روحانی موت" قبول کریں مگر سوال یہ ہے کہ ان کے افراد کیوں اس روحانی موت کو گوارا کر رہے ہیں؟

(۹) "یہ ہے شرعی زبان"

اس عنوان سے مدیر چٹان لاہور اپنے شذرہ میں لکھتے ہیں :-

"ترجمان اسلام (جمعیۃ علمائے اسلام) کا آرگن جس کی اوڑھنا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اور جس کا بچھونا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء۔

——اور اس وراثت کا اظہار ترجمان اسلام نے ۲۲ر اگست کے شمارہ میں صفحہ ۴ پر اس طرح کیا ہے (بہ تذکرہ مفتی محمد شفیع)

"باقی رہی مودودی کی خواتین کی بات تو آپ کو شرم کرنی چاہیئے اور آپ کے گورو گھنٹال مودودی کو چلّو بھر پانی میں ڈوب جانا چاہیئے کہ اس نے ایشیا کے اندر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر تنقید کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ زبان دراز ہوگئی تھیں۔ ہم امہات المومنین کے ایک بال کے برابر مودودی جیسے گمراہ کی لاکھوں لڑکیوں کو بھی پشہ کے برابر نہیں سمجھتے۔ مودودی نے تو ازواج مطہرات کے بارے میں جھوٹ کہا لیکن کیا وہ مودودی کی لڑکی اور بیوی کے بارے میں الزامات کی تردید کر سکتے ہیں؟"

دیوبند کے علماء بالخصوص مولانا درخواستی، مولانا دین پوری اور مولانا ہزاروی اس کو بار بار پڑھیں یہ ہے وارثین انبیاء کی زبان۔

(چٹان ۲۵ر اگست ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ ہمارے نزدیک سب "علماء" کے لئے ضروری ہے کہ اس انداز تخاطب کو تبدیل کریں ورنہ ان کی رہی سہی عزت بھی خاک میں مل جائے گی۔

(۱۰) چاند تک رسائی اور مسیح کا رفع

ایک بڑے "شیخ الحدیث" نے "رفع مسیح کی تائید" کے زیر عنوان ہفت روزہ چٹان میں لکھا ہے کہ :-

"قرآن مجید نے اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے بل رفعه الله الیه۔ مگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اسے ناممکن بتلا رہے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ اوپر کیسے زندگی گزر سکتی ہے مگر آج خود

چاند، مریخ اور زہرہ میں اپنے لئے الاٹمنٹ کروانا چاہتے ہیں گو ابھی یہ مرحلے بہت دُور ہیں ہنوز دلّی دُور است۔" (چٹان ۲۵ اگست ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ الفاظِ قرآنی پر تدبّر کرنا فہمِ قرآن کے لئے اوّلین شرط ہے۔ آیت بَل رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں آسمان کا لفظ کہاں ہے؟ خواہ مخواہ تفسیر بالرائے کرکے زیرِ عتاب آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اُٹھنے کا مطلب آسمان پر جانا تو تب ہو جب آسمان کو اللہ تعالیٰ کا مکان قرار دیدیا جائے (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ جہت اور حیز سے پاک ہے اسلئے اس کی طرف جانے کا مطلب جسمانی طور پر جانا نہیں ہوسکتا۔ نیز مولانا یہ بھی تو فرمائیں کہ کیا خلانوردوں کے چاند پر جانے سے ان کا رفع الی اللہ ہوگیا ہے؟ باقی رہے "جدید تعلیم یافتہ حضرات" وہ تو اب بھی کہتے ہیں کہ اتنے آلات اور اربوں کے خرچ سے انسان چاند تک پہنچا ہے۔ مسیحؑ کے آسمان پر جانے کے لئے آلات کہاں تھے؟

(۱۱) خلائی صعود و نزول اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام۔

تنظیم اہلحدیث لاہور کے فاضل مدیر لکھتے ہیں:۔

"اس خلائی صعود و نزول سے حضرت عیسٰےؑ کے رفع الی السماء اور قربِ قیامت نزول من السماء کو تقویت حاصل ہوئی ہے کہ جب عام انسان مشینری سے انتہائی بلندی پہ پہنچ کر واپس آسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اُوپر لے جانے اور نازل فرمانے میں کونسا استحالہ ہے؟ بل رفعه الله الیه۔ اللہ نے اسے اُوپر اُٹھالیا۔" (تنظیم اہلحدیث یکم اگست ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ جنابِ مدیر! دعویٰ تو آپ کا "رفع الی السماء" کا ہے اور آیت آپ نے بل رفعه الله الیه پیش فرمائی ہے۔ کیا السماء اور الله مترادف ہیں؟ خدارا الفاظِ قرآنی کی حکمت پر غور کرنے کی عادت ڈالیں۔ آپ نے ترجمہ میں "اپنی طرف" کی بجائے "اُوپر" ترجمہ کرکے اور بھی زیادتی کی ہے۔ اگر اس "خلائی صعود و نزول" سے آپ کے کمزور عقیدہ کو واقعی تقویت حاصل ہوگئی ہے تو آپ کے لئے خوشی کا موقعہ ہے مگر ایسا نہ ہو کہ کل کو کسی خلانورد کے نزول سے آپ دھوکہ کھا جائیں۔

جنابِ عالی! "اللہ تعالیٰ کے اوپر لیجانے اور نازل فرمانے میں" تو کوئی استحالہ نہیں،

استحالہ تو آپ کے نزدیک صرف اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمتِ محمدیہ میں سے کسی اُمتی کو مسیح موعود بنا دے؟ خدا تو ضرور قادر ہے مگر جب وہ حضرت مسیحؑ کی وفات کا قرآن مجید میں بار بار اعلان فرما رہا ہے تو آپ کے استحالہ میں کیا وزن رہ جاتا ہے؟

(۱۲) عیسائی مشن فروخت ہو رہے ہیں

مسیحی رسالہ کلامِ حق گوجرانوالہ لکھتا ہے:-

"ان کلیساؤں کی استقامت کے لئے سکولز، کالج، مشن ہسپتال اور دیگر رہائشی مشن کوٹھیاں تعمیر کیں تاکہ خداوند کا جلال ترقی کر سکے۔ مگر اب یہ حال ہے کہ ان مشن اداروں اور رہائشی کوٹھیوں کو جو صرف مسیحی خدمت کے لئے وقف تھیں اور اسی مقصد کے لئے سرکارِ عالیہ سے خریدی جا چکی تھیں اب فروخت کیا جا رہا ہے جن میں سے ان دنوں مشن کمپونڈ بدوملہی، مشن کمپونڈ پسرور، مشن کمپونڈ بھیرہ فی الحال فروخت کی جا چکی ہیں اور جس امریکن مشن ہسپتال سرگودھا کو عرصے سے بند کر رکھا تھا اب اس کے لئے یہاں سرگودھا کے تمام سینماؤں میں امریکن مشن ہسپتال برائے فروخت کی سلائڈ اشتہار کی صورت میں ہر شو میں دکھائی جا رہی ہے۔" (کلامِ حق جولائی ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۱)

الفرقان:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یکسر الصَّلِیب کے پورا ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا مادی ثبوت چاہیئے؟!

عیسائیوں کا عقیدۂ تثلیث

مسیحی رسالہ اخوت کے بیان کا مختصر جائزہ

تثلیث کا عقیدہ عیسائی بھائیوں کے لئے ہمیشہ الجھن کا باعث بنا رہا ہے۔ پادری صاحبان اسے سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر عقلِ انسانی اس بات کو باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی کہ خدا تین بھی ہیں اور خدا ایک بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض پادریوں نے برملا کہہ دیا ہے کہ عام انسانوں سے مسیحی تثلیث کی بجائے اسلامی توحید کے بارے میں ہی سوال ہوگا۔

ایک پادری صاحب نے تثلیث کی گتھی کو سلجھانے کی جو آخری کوشش کی ہے اس کا نمونہ یہ ہے لکھتے ہیں:-

"خدا کے جوہرِ واحد میں باپ، بیٹا اور روح القدس تین الٰہی و مجرد اشخاص متمیزہ ہیں جو قدرت و حکمت، ازلیت و ابدیت اور جلال میں ایک یعنی برابر اور یکساں ہیں۔ ان اقانیم یا اشخاص الٰہیہ میں ایک گو بالذات خدا ہے تو بھی تینوں خدائے واحد ہیں۔ ہر الٰہی شخص دیگر دو اشخاص الٰہیہ سے متفرق و ممتاز ہے تو بھی ہر ایک الٰہی شخص مجرد و الٰہیہ میں موجود و مشہود ہے۔" (اخوت مئی ۱۹۶۹ء صفحہ ۶)

یہی محترم پادری صاحب اسی مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"باپ ثالوث اقدس کا اقنومِ اول، بیٹا اقنومِ ثانی اور روح القدس اقنومِ ثالث ہے۔ یہ بات ہمیشہ ملحوظ خاطر

رکھنا چاہیئے کہ از رُوئے کلام مکتوب "اقانیم میں شرف فی المرتبہ ہے شرف فی الزمان نہیں۔ یہ امر غیر مناسب ہے کہ بیٹے کا ذکر باپ سے پہلے کیا جائے باپ سرچشمۂ الوہیت ہے وہ دیگر اشخاص مجردہُ الٰہیہ کا منبع ہے لیکن خود اس کا کوئی مبدأ و آغاز اور منبع نہیں۔"

قارئین کرام غور فرمائیں کہ پادری صاحبان کے لئے کتنی مشکل درپیش ہے وہ ایک طرف تین خداؤں کو یکساں اور برابر کہتے ہیں اور دوسری طرف وہ ایک خدا کے ماننے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ تین خداؤں کو برابر بھی کہتے ہیں اور انکو اشخاص متمیزہ بھی قرار دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان میں وجۂ امتیاز کیا ہے؟ پھر وہ وجۂ امتیاز ان اشخاص میں سے کسی میں پائی جاتی ہے اور کسی میں نہیں پائی جاتی ورنہ اسے وجۂ امتیاز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اندریں حالات اب یہ لاینحل سوال سامنے آجاتا ہے کہ ان ہرسہ اشخاص میں سے جس میں یہ وجۂ امتیاز اور خوبی پائی گئی ہے وہ کامل تر ہوگا دوسرا یا دوسرے اس سے کمتر۔ اور ظاہر ہے کہ خدا وہی ہوسکتا ہے۔ جو کامل تر ہو دوسرا خدا نہیں ہوسکتا۔ پادری صاحب نے بھی "بالذات خدا" ایک ہی کو قرار دیا ہے۔ پس اس طرح سے تثلیث باطل ٹھہرتی ہے۔

پادری صاحب نے "اقانیم میں شرف فی المرتبہ" تسلیم کرلیا ہے اور یہ بات بالبداہت ثابت ہے کہ جسے شرف فی المرتبہ حاصل ہوگا وہ افضل ہوگا دوسرا اس سے کمتر۔ اسی بنا پر پادری صاحب اسکو "غیر مناسب" قرار دیتے ہیں کہ بیٹے خدا کا ذکر باپ خدا سے پہلے کیا جائے وہ گویا باپ کو ہی بالذات خدا قرار دیتے ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ پادری صاحب ایک طرف باپ کو "سرچشمۂ الوہیت" مانتے ہیں اور باقی سب کچھ اسی سے صادر شدہ تسلیم کرتے ہیں لیکن بایں ہمہ دوسری طرف وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ تینوں خدا برابر ہیں۔ آخر اس بات میں کونسی تُک ہے کہ "سرچشمۂ الوہیت" باپ ہے مگر بیٹا اور روح القدس بھی برابر کے خدا ہیں۔ پھر وہ تینوں ہی مستقل خدا ہیں مگر یہ مت کہو کہ تین خدا ہیں وہ ایک ہی خدا ہے۔ پادری صاحبان اس عقیدہ کا نام "توحید فی التثلیث" رکھتے ہیں اور اہلِ فہم اسے اعتقادی گورکھ دھندا کہتے ہیں۔

مَیں جب بلادِ عربیہ میں تھا تو ایک جرمن مشنری سے گفتگو ہوئی۔ مشنری صاحب کہنے لگے کہ تثلیث پر گفتگو نہ کی جائے کیونکہ یہ عقیدہ عقل کے رو سے سمجھ نہیں آسکتا۔ مَیں نے کہا کہ پادری صاحب ایک ہوتا ہے عقیدہ کا عقل سے بالا ہونا اور ایک ہوتا ہے عقیدہ کا عقل کے خلاف ہونا دونوں میں فرق کرنا چاہیئے۔ آخر آپ جو پتھر کے پوجاریوں کو غلطی پر قرار دیتے ہیں تو کیوں؟ کیا وہ نہیں کہہ سکتے کہ دیوی دیوتاؤں کو صرف مان لینا چاہیئے عقل سے اس عقیدہ کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مَیں نے کہا کہ ہم ان پوجاریوں کو یہی جواب دیتے ہیں کہ پتھروں کا خدا ٹھہرانا عقل سے بالا نہیں عقل کے خلاف ہے۔ عقل سے بالا چیز کو تو تسلیم کیا جاسکتا ہے عقل کے خلاف عقیدہ کو نہیں مانا جاسکتا۔ اسی طرح سے تثلیث کا جو عقیدہ ہے وہ عقل کے سراسر خلاف ہے اس کے عقل سے بالا ہونے کا سوال نہیں ہے۔

البیان

قرآن مجید کا سلیس اُردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ

اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک ٹھہرائے جانے کو ہرگز معاف نہیں فرماتا البتہ وہ اس (شرک) کے سوا اور اس سے کمتر گناہ

لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا

جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ کھلے طور پر گمراہ

بَعِيدًا ۝ إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا ۚ وَإِنْ

ہو گیا۔ یہ (مشرک) لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ محض عورتیں (مؤنثہ افراد) ہیں (حقیقت

يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۝ لَعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ

یہ ہے کہ) یہ لوگ صرف سرکش شیطان کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے (جب) اس پر لعنت فرمائی تو اس نے کہا کہ

تفسیر: **پہلی آیت** میں شرک کی شناعت کا تذکرہ ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو شرک سخت ناپسند ہے وہ اسے بغیر توبہ معاف نہیں فرماتا یعنی مشرک کو شرک کی سزا ضرور ملتی ہے۔ توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ شرک بھی معاف فرما دیتا ہے جیسا کہ فرمایا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (الفرقان ع۶) کہ جو لوگ سچی توبہ کر لیتے ہیں ان کا شرک بھی معاف ہو جاتا ہے۔ **مغفرت کا ایک درجہ** یہ ہے کہ گنہگار کو سزا سے محفوظ کر دیا جائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ گناہ کا جو بُرا اثر قلبِ انسانی پر ہوتا ہے اسے زائل کر دیا جائے تیسرا درجہ یہ ہے کہ آئندہ اسے جملہ گناہوں کے ارتکاب سے بچا لیا جائے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ انسان کی بدی کی قوت اتنی دب جائے کہ وہ خیالی طور پر بھی اس پر اثر انداز نہ ہو بلکہ انسان خیال و فکر اور قول و عمل ہر لحاظ سے مجسّم خیر بن جائے۔

دوسری آیت میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ شرک شیطانی خیالات اور سرتابی کے کاموں کا نتیجہ ہے جنکو معبود ٹھہرایا جاتا ہے

لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ○ وَّ

میں تیرے بندوں میں سے ایک علیحدہ کیا ہوا حصہ لے لوں گا۔

لَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ

میں ان بندوں کو گمراہ کرونگا، انہیں امیدوں کے سبز باغ دکھاؤنگا اور انکو اپنے ایسے تابع فرمان کرلونگا کہ وہ (مشرکیہ رنگ

آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَ

میں) چوپایوں کے کان کاٹیں گے میں انہیں حکم دوں گا اور وہ اللہ کی پیدائش کو تبدیل کریں گے۔ (فرمایا اللہ تعالیٰ نے)

مَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ

جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست اور مددگار قرار دے گا وہ یقیناً نمایاں

خُسْرَانًا مُّبِينًا ○ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ

گھاٹے کا شکار ہوگا۔ شیطان ان کو دھمکاتا اور امیدیں دلاتا ہے۔ شیطان کے تمام وعدے

الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ○ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ

وعید محض سراب اور دھوکا ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ وہ اس کے سوا

وہ قوت مؤثرہ کے مالک ہونے کی بجائے خود متاثرہ افراد ہیں۔ عام طور پر مشرک دیویوں کی پوجا کرتے ہیں یا ان کو خدا ٹھہراتے ہیں جو ذہنی

ناتوانی کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔

تیسری، چوتھی اور پانچویں آیت میں شیطانی قوتوں کے ان پروگراموں کا ذکر ہے جو وہ بنی آدم کو تباہ کرنے کے لئے اختیار کرتی ہیں فرمایا کہ شیطان جھوٹے وعدوں پر گمراہ کرتے ہیں۔ غلط دھمکیاں دیکر راہِ حق سے برگشتہ کرتے ہیں مگر انکے ہر دو ہتھیار بلحاظ حقیقت غیر مؤثر ہوتے ہیں۔ اگر انسان خود دھوکا نہ کھانا چاہے تو اسے گمراہ نہیں کیا جاسکتا۔ **چھٹی** آیت میں مشرکوں کے انجام یعنی جہنم کا تذکرہ ہے۔

ساتویں آیت میں مومنوں کے کامیاب اور دائمی انجام کا بیان ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کا سچا ہے اس نے مومنوں سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے **آٹھویں** آیت میں اس بات کی تردید کی گئی ہے کہ محض آرزوؤں اور تمناؤں سے انسان نجات پا سکتا ہے۔ نجات کے لئے نیک اعمال لازمی

لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کوئی جائے فرار و پناہ نہ پا سکیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہم

الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ہم ان کو ضرور ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے ساتھ نہریں جاری ہوں گی

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ

وہ ان باغات میں ہمیشہ کے لئے رہنے والے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے سچا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر

مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ○ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ

کون اپنے قول کا سچا ہے۔ نہ تمہاری تمناؤں کے مطابق ہوگا نہ اہل کتاب کی تمناؤں کے

الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ

موافق (بلکہ) جو بھی کوئی گناہ کرے گا اُسی کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور وہ اللہ کے مقابلہ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

میں اپنے لئے کسی کو دوست اور مددگار نہ پائے گا۔ ہاں جو نیک عمل کریں گے

ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ گناہ گار کو (اگر وہ سچی توبہ نہ کرے) اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ ہر عمل کا ضرور نتیجہ نکلتا ہے۔

نویں آیت میں اسلام کے اس زرّیں اصل کو بیان کیا گیا ہے کہ نجات پانے اور جنت میں داخل ہونے کے لئے مرد و عورت کا کوئی امتیاز نہیں۔ مرد و عورت سب خدا کے پیدا کردہ ہیں اور سب کو اللہ تعالیٰ نے نجات کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اسلئے اس نے یہ قانون مقرر فرمایا ہے کہ نیک اعمال بجا لانے والا ــــ خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو ــــ اسے جنت کا وارث کیا جائیگا۔ جب ہر انسانی فطرت میں یہ جذبہ ودیعت کیا گیا ہے تو جنت کے داخلہ کے بارہ میں کوئی امتیاز کیونکر برتا جا سکتا تھا۔

اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب میں عورت کے لئے جنت کے داخلہ کی خوشخبری موجود نہیں۔ ہندو دھرم تو عورت کے جنم کو سزا کا جنم قرار دیتا ہے جیسا کہ دوسرے جانوروں کے جنم ہیں۔ اسلام کے اِس نظریۂ نجات کو نہ سمجھنے

مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

مرد ہوں یا عورتیں، بشرطیکہ وہ مومن ہوں وہ سب ضرور جنّت میں داخل

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ○ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا

ہونگے ان پر کھجور کے سوراخ کے برابر (یعنی ذرہ بھی) ظلم نہ ہوگا اس سے بڑھ کر کون اطاعت گزار ہے

مِمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ

جس نے اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ (لوگوں سے) احسان کرنیوالا ہے اس نے تو کامل موحد

اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ○

حضرت ابراہیمؑ کے طریق کی پیروی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خاص دوست مقرر فرمایا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ

آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی ملکیت اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ

بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ○ ۱۸ ع ۱۱ ۱۵

ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔

کے باعث ہی غیر مسلم جنت میں پاک و مطہر خواتین (حُوروں) کے ذکر پر معترض ہوتے رہتے ہیں۔

دسویں آیت میں فلاح یعنی کامل نجات کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے تمام ارادوں اور اعمال کو خدا کے حکم کے تابع کر دے اور بنی نوع انسان سے محسنانہ سلوک کرے اور ہر قسم کی افراط و تفریط سے بچ کر ابراہیمی مسلک توحید کو اختیار کرے تب وہ خدا کا خاص دوست (خلیل) بن جائے گا۔

گیارھویں آیت میں مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ جب تم خدا کے ہو جاؤ گے تو سب جہان تمہارا ہوگا اور پھر کوئی تمہیں ہلاک نہیں کر سکے گا۔

خالقِ کائنات کی طرف بندۂ مُسلم کا آسمانی سفر

تسخیرِ کائنات کا مقصد قرآن مجید کی روشنی میں

بر کسے چوں مہربانی مے کنی ÷ از زمینی آسمانی مے کنی

(جناب مولوی دوست محمد صاحب شاھد)

قرآن مجید چونکہ زندہ خدا کی زندہ کتاب ہے جو اس کے زندہ نبی حضرت رسولِ عربی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلبِ مقدس پر نازل ہوئی اور قیامت تک کے لئے واحد عالمگیر دستورِ حیات ہے اس لئے اس کے بیان فرمودہ تمام مطالب و مضامین اور حقائق و معارف اپنی بے پناہ اور اَن گنت ازلی ابدی وسعتوں کے باوجود اللہ جلشانہٗ عزّ اسمہٗ کی ذات اور اس کے عرفان و لقاء کے بنیادی مسئلہ کے گرد چکر لگاتے ہیں اور دراصل یہی وہ نقطۂ مرکزی ہے جو نظامِ قرآنی میں محور کی حیثیت رکھتا اور اس کا روح رواں ہے۔

کلام اللہ نے خدائے عزّ وجلّ کی غیب الغیب وراء الوراء، نہاں در نہاں اور دقیق در دقیق ہستی اس کے جلال، عظمت، جبروت اور کبریائی، اس کی صفاتِ تشبیہی و تنزیہی اور اس کی رؤیت و ملاقات اور اس کی غیر محدود اور ناپیدا کنار اور لامتناہی قدرتوں پر ایسی شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے کہ گویا دن ہی چڑھا دیا ہے۔ اس ضمن میں اس کا ایک خارق عادت اور حیرت انگیز کمال یہ ہے کہ اس نے جہاں جہاں بھی کائناتِ عالم کی وسیع سرحدوں، اس کی تسخیر کی جد و جہد اور اس سلسلہ میں آخری زمانہ میں ہونے والی ایجادات کی پیشگوئیاں کی ہیں وہاں وہاں اس حقیقت کی طرف بالخصوص توجہ دلائی ہے کہ دنیا محض عارضی اور ضمنی اور طفیلی چیز ہے اور شمس و قمر اور دوسرے اجرام بالآخر فنا ہونے والے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی ذات ازلی ابدی ہے اسلئے خدا کے بندوں کا اصل نصب العین یہ ہونا چاہیئے کہ ہم کسی طرح اس تودی کائنات کے خالق و مالک خدا تک پہنچیں اور اس کی رؤیت و ملاقات کا شرف حاصل کریں تا ابدی زندگی کے وارث قرار پائیں۔ تخلیق ارضی و سماوی کے اسرار کی دریافت میں یہ مقصد پیش نظر رکھا

گیا تو اس کا نتیجہ خوفناک تباہی اور بربادی کی صورت میں رونما ہوگا۔

اب آئیے اِس دعویٰ کو پرکھنے کے لئے بطور نمونہ چند ایسی آیات پر غور کریں جن میں کائنات کی وسعت اور اس کی تسخیر اور ایجادات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

پہلی آیت اِس ضمن میں پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے جس میں اُس خدا کا تصور پیش کیا گیا ہے جس کی ربوبیت کا سلسلہ ایک جہان پر نہیں ہر نوع کے جہانوں پر محیط ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۵-۱۳۶ میں فرماتے ہیں کہ:۔

"عالمین سے مراد مخلوق کو پیدا کرنے والے خدا کے سوا ہر ہستی ہے خواہ وہ ذی روح مخلوق سے ہو یا سورج چاند اور ان کے علاوہ دیگر اجرام کی مانند (کوئی چیز) ہو۔ پس تمام عالم جناب باری کی ربوبیت کے تحت داخل ہیں۔"
(ترجمہ از تفسیر سورہ فاتحہ صفحہ ۲۵ ناشر ادارۃ المصنفین ربوہ)

یہ آیت سورہ فاتحہ کی ہے اور چونکہ سورہ فاتحہ قرآن مجید کا خلاصہ ہے اسلئے اس کی ہر آیت میں عرفانِ الٰہی کے موضوع پر ایک نئی شانِ جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے خصوصاً اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی دعا میں نہ صرف لقاءِ الٰہی کے ذرائع کی نشاندہی کی گئی ہے بلکہ اس کے نتائج تک کی خبر دے دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی دعا پر کاربند رہے اور اُسی سے توفیق طلب کرے۔ ایسا کرنے سے انسان خدا کی تجلیات کا مظہر بھی بن سکتا ہے چاند جب آفتاب کے مقابل میں ہوتا ہے تو اُسے نور ملتا ہے مگر جب جُوں جُوں اس سے کنارہ کشی کرتا ہے تُوں تُوں اندھیرا ہوتا جاتا ہے یہی حال ہے انسان کا۔ جب تک اُس کے دروازے پر گرا رہے اور اپنے آپکو اس کا محتاج خیال کرتا رہے تب تک اللہ تعالیٰ اُسے اُٹھاتا اور نوازتا ہے۔"
(تفسیر سورۃ الفاتحہ صفحہ ۲۰۹)

نیز فرماتے ہیں:۔

"اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصالِ الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ کہ کوئی محب اپنے محبوب سے جُدا نہیں رہ سکتا اور چونکہ خدا خود نور ہے اسلئے اس کی محبت سے نورِ نجات پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے

خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت ذاتی انسان کی محبتِ ذاتی میں ایک خارق عادت جوش بخشتی ہے اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر بقاء باللہ کا نور پیدا ہوجاتا ہے اور یہ بات کہ دونوں محبتوں کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے کہ ایسے انسان کا انجام فنافی اللہ ہو اور خاکستر کی طرح بے وجود ہو کر (جو حجاب ہے) سراسر عشقِ الٰہی میں روح غرق ہوجائے۔ اس کی مثال وہ حالت ہے کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے تو اُس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یک دفعہ باہر آجاتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے پس دراصل یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے، ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ، اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہوجاتی ہے جس کے بغیر سلوک تمام نہیں ہوسکتا۔ یہی فنا وہ چیز ہے جس پر سالکوں کا سلوک ختم ہوجاتا ہے اور جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے اسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ بقاء کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اِس آیت میں اشارہ ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا انعام کے طور پر ملا یعنی محض فضل سے، نہ کسی عمل کا اجر، اور یہ عشقِ الٰہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت سے نجات ہوتی ہے۔"

(چشمہ مسیحی ص ۴۱-۴۲)

دوسری آیت

دوسری آیت جس میں تسخیرِ کائنات سے متعلق آخری زمانہ کی سواریوں کا ذکر ہے سورہ نحل ع کی ہے (یعنی وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَ يَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ) اِس آیت کے معاً بعد اگلی آیت میں تعلق باللہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ اور تمہیں دین کی سیدھی راہ بتانا اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

تیسری آیت

قرآن مجید کی تیسری آیت جس میں مغربی اقوام کی ایجادات کی خبر دی گئی ہے سورہ کہف کے آخری رکوع کی ہے۔ (اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا) اِس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے نشانوں اور اسکی ملاقات سے انکار کر دیا۔ اسی تسلسل میں مزید فرمایا فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا یعنی جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ نیک اور مناسب حال عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"وہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہے گا اور اُس ذاتِ بیچون کا اُس کو دیدار نہیں ہوگا وہ مرنے کے بعد بھی اندھا ہی ہوگا اور تاریکی اُس سے جُدا نہیں ہوگی کیونکہ خدا کے دیکھنے کے لئے اسی دنیا میں حواس ملتے ہیں اور جو شخص ان حواس کو دُنیا سے ساتھ نہیں لے جائے گا وہ آخرت میں بھی خدا کو دیکھ نہیں سکے گا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف سمجھا دیا ہے کہ وہ انسان سے کس ترقی کا طالب ہے اور انسان اس کی تعلیم کی پیروی سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدارِ الٰہی میسر آسکتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دُنیا میں خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جس میں کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی عمل اس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ ان کی وجہ سے دل میں تکبّر پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ اُن میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبتِ ذاتی کے برخلاف ہو بلکہ چاہیئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی چاہیئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز

معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا اُن پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی محنت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز۔ بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالےٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت رُوح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اُس کے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے نہایت صافی اور شیریں پس اُس نے افتاں و خیزاں بہرحال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنے لبوں کو اس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا۔"

(لیکچر لاہور ص ۵۰)

چوتھی آیت

چوتھی آیت جس میں اجرام فلکی سے رابطہ کے امکان کا واضح طور پر ذکر ہے سورہ شوریٰ ع ۴ کی آیت ہے (یعنی وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ) اس آیت سے اگلی آیات میں یہ ذکر ہے وَمَآ أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ یعنی تم اللہ کو اُس کے ارادے میں کہیں بھی زمین میں ناکام نہیں کر سکتے اور اللہ کے سوا تمہیں کوئی پناہ دینے والا نہیں اور نہ کوئی مددگار ہے۔ پھر فرماتا ہے فَمَآ أُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ یعنی (سائنس وغیرہ علوم کے نتیجہ میں) جو کچھ بھی تم کو دیا گیا ہے وہ ورلی زندگی کا سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ مومنوں اور اپنے رب پر توکل کرنے والوں کے لئے زیادہ اچھا اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

اس مقام پر بھی مغربی اقوام کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ رازِ کائنات کی جستجو میں تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے اور دنیا کا سب سامان یہیں دھرے کا دھرا رہ جائے گا اور بالآخر خدا کے بغیر تمہارے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہو گی اسلئے خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کی فکر کرو۔

پانچویں آیت

تسخیر کائنات کے تعلق میں پانچویں آیت سورہ رحمٰن میں ہے (إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ) اس آیت سے پہلے یہ مضمون بیان

ہوا ہے کہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ یعنی اس زمین پر جو کوئی بھی ہے وہ آخر ہلاک ہونے والا ہے اور صرف وہ بچے گا جس کی طرف تیرے جلال اور عزت والے خدا کی توجہ ہوگی (پس ضرورت ہے کہ اسی سے وابستہ ہونے کی جدوجہد کی جائے) پھر جن و انس یعنی روس اور **امریکہ** کی طاقتوں کو انتباہ فرمایا ہے کہ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ "تم پر آگ کا ایک شعلہ گرایا جائے گا (کاسمک ریز کی طرف اشارہ ہے) اور تانبا بھی گرایا جائے گا (بموں کی طرف اشارہ ہے) پس تم دونوں ہرگز غالب نہیں آسکتے۔" (تفسیر صغیر)

چھٹی آیت

چھٹی آیت جس میں علم ہیئت کی حیران کن وسعت اور فلکیات سے متعلق معلومات کے زبردست اضافہ کی پیشگوئی ہے سورۃ التکویر کی یہ آیت ہے وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ یعنی آخری زمانہ میں آسمان کی کھال اتاری جائے گی (جیسا کہ خلا نوردوں کی چاند سے بھیجی ہوئی تصویروں سے واضح ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے اس خبر کے بعد بھی اپنے عرفان کا ذکر فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں نبیوں کے سردار اور رسولوں کے فخر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک وجود کو پیش کرتے ہوئے بتایا ہے وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ یعنی اُس نے خدا تعالیٰ کو افق مبین سے دیکھا ہے پھر انتباہ فرمایا ہے فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ تم کدھر جارہے ہو۔ یعنی اصل منزل تو خالق کائنات تک پہنچنے کی تھی مگر تم نے اس کو یکسر نظر انداز کر ڈالا ہے اور محض دنیاوی، مادی اور ظاہری کوششوں میں اُلجھ کے رہ گئے ہو۔

ساتویں آیت

ساتویں آیت جس میں صاف طور پر نظام ارضی کے پھیل جانے کی پیشگوئی کرکے راکٹ اور خلائی جہازوں اور قمری گاڑیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے سورۂ انشقاق میں ہے (وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ)

خدا کی قدرت !! اس عظیم الشان خبر کے ساتھ ہی ارشاد ہوتا ہے يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ۔ اے انسان! تو اپنے رب کی طرف پورا زور لگا کر جانے والا ہے اور پھر اُس سے ملنے والا ہے یعنی اللہ کی زیارت عمر بھر محنت کرکے حاصل ہوتی ہے اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ" (تفسیر صغیر)

الغرض قرآن مجید نے عہد حاضر کی خلائی تسخیر کے مختلف گوشوں کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے سائنسدانوں، خلا نوردوں اور ان کی پشت پناہ **یاجوجی ماجوجی** طاقتوں کو نہایت لطیف رنگ میں توجہ دلائی ہے کہ اس خدا تک پہنچنے کے لئے اپنی ساری قوتیں صرف کردو جو سورج، چاند، مریخ، عطارد، زہرہ، مشتری وغیرہ ستاروں اور سیاروں اور دوسرے بے شمار ارضی و شمسی نظاموں کا خالق و مالک بھی ہے اور ان کا رب بھی !!

خدا تک پہنچنے کے بعض اہم اور ضروری وسائل

خدا تک پہنچنے کے لئے جن اہم اور ضروری وسائل کو اختیار کرنا ضروری ہے اُن میں سے بعض کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم مبارک سے درج ذیل کی جاتی ہے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں۔

"واضح ہو کہ **سب سے بڑا وسیلہ** جو اس مُدعا کو پانے کے لئے شرط ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو صحیح طور پر پہچانا جائے۔ اور سچے خدا پر ایمان لایا جائے۔ کیونکہ اگر پہلا قدم ہی غلط ہے اور کوئی شخص مثلاً پرند یا چرند یا عناصر یا انسان کے بچہ کو خدا بنا بیٹھا ہے تو پھر دوسرے قدموں میں اُسکے راہِ راست پر چلنے کی کیا امید ہے۔ سچا خدا اس کے ڈھونڈنے والوں کو مدد دیتا ہے۔ مگر مُردہ مُردے کو کیونکر مدد دے سکتا ہے۔ اس میں اللہ جلّ شانہٗ نے خوب تمثیل فرمائی ہے اور وہ یہ ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔ یعنی دُعا کرنے کے لائق وہی سچا خدا ہے جو ہر ایک بات پر قادر ہے اور جو لوگ اس کے سوا اَوروں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی اُن کو جواب نہیں دے سکتے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی پانی کی طرف ہاتھ پھیلاوے کہ اے پانی میرے مُنہ میں آجا تو کیا وہ اُس کے مُنہ میں آجائے گا؟ ہرگز نہیں سو جو لوگ سچے خدا سے بے خبر ہیں ان کی تمام دعائیں باطل ہیں۔

دوسرا وسیلہ خدائے تعالیٰ کے اُس حُسن و جمال پر اطلاع پانا ہے جو باعتبار کمالِ تام کے اُس میں پایا جاتا ہے کیونکہ حسن ایک ایسی چیز ہے جو بالطبع دل کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اُس کے مشاہدہ سے طبعاً محبت پیدا ہوتی ہے تو حسنِ باریتعالیٰ اُس کی وحدانیت اور اس کی عظمت اور بزرگی اور صفات ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے قُل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یُولد ولم یکن لہٗ کفواً احد۔ یعنی خدا اپنی ذات اور صفات اور جلال میں ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ سب اس کے حاجت مند ہیں۔ ذرّہ ذرّہ اس سے زندگی پاتا ہے۔ وہ کُل چیزوں کے لئے مبدءِ فیض ہے اور آپ کسی سے فیضیاب نہیں۔ وہ نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کسی کا باپ۔ اور کیونکر ہو کہ اس کا کوئی ہم ذات نہیں۔ قرآن نے بار بار

خدا کا کمال پیش کر کے اور اس کی عظمت دکھلا کے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ایسا خدا دلوں کا مرغوب ہے نہ کہ مُردہ اور کمزور اور کم رحم اور قدرت۔

تیسرا وسیلہ جو مقصود حقیقی تک پہنچنے کے لئے دوسرے درجہ کا زینہ ہے خدا تعالیٰ کے احسان پر اطلاع پانا ہے۔ کیونکہ محبت کی محرک دو ہی چیزیں ہیں حُسن یا احسان۔ اور خدائے تعالیٰ کی احسانی صفات کا خلاصہ سورۃ فاتحہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ احسان کامل اس میں ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو محض نابود سے پیدا کرے اور پھر ہمیشہ اُس کی ربوبیت ان کے شامل حال ہو۔ اور وہی ہر ایک چیز کا آپ سہارا ہو۔ اُس کی تمام قسم کی رحمتیں اُس کے بندوں کے لئے ظہور میں آئی ہوں۔ اور اُس کا احسان بے انتہا ہو جس کا کوئی شمار نہ کر سکے۔ سو ایسے احسانوں کو خدا تعالیٰ نے بار بار جتلایا ہے جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْھَا یعنی اگر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز گن نہ سکو گے۔

چوتھا وسیلہ خدائے تعالیٰ نے اصل مقصود کو پانے کے لئے دُعا ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔ اور بار بار دُعا کے لئے رغبت دلائی ہے تا انسان اپنی طاقت سے نہیں بلکہ خدا کی طاقت سے پاوے۔

پانچواں وسیلہ اصل مقصود کو پانے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجاہدہ ٹھہرایا ہے یعنی اپنا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی عقل کو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اس کو ڈھونڈا جائے جیسا کہ وہ فرماتا ہے جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنے نفسوں کو مع ان کی تمام طاقتوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اور جو کچھ ہم نے عقل اور علم اور فہم اور ہنر وغیرہ تم کو دیا ہے وہ سب کچھ خدا کی راہ میں لگاؤ۔ جو لوگ ہماری راہ میں ہر ایک طور سے کوشش بجا لاتے ہیں ہم اُن کو اپنی راہیں دکھا دیا کرتے ہیں۔

چھٹا وسیلہ اصل مقصود پانے کیلئے

کو بیان فرمایا ہے یعنی اس راہ میں درماندہ اور عاجز نہ ہو اور تھک نہ جائے اور امتحان سے ڈر نہ جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم ڈرو اور مت غمگین ہو بلکہ خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ اس استقامت سے خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اُس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بیکس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آرہی ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہٗ اس دعا میں اشارہ فرماتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی اے ہمارے خدا ہمیں استقامت کی راہ دکھلا

وہی راہ جس پر تیرا انعام و اکرام مترتب ہوتا ہے اور تو راضی ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف دوسری آیت میں اشارہ فرمایا۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔ اے خدا اس مصیبت میں ہمارے دل پر وہ سکینت نازل کر جس سے صبر آ جائے اور ایسا کر کہ ہماری موت اسلام پر ہو۔ جاننا چاہیئے کہ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت میں خدا اپنے پیارے بندوں کے دل پر ایک نور اتارتا ہے جس سے وہ قوت پا کر نہایت اطمینان سے مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور حلاوت ایمانی سے اُن زنجیروں کو بوسہ دیتے ہیں جو اس کی راہ میں ان کے پیروں پر پڑیں۔ جب باخدا آدمی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں اور موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کریم سے خواہ نخواہ کا جھگڑا شروع نہیں کرتا کہ مجھے ان بلاؤں سے بچا کیونکہ اُس وقت عافیت کی دعا میں اصرار کرنا خدا تعالیٰ سے لڑائی اور موافقت تامہ کے مخالف ہے بلکہ سچا محب بلا کے اُترنے سے اور آگے قدم رکھتا ہے اور ایسے وقت میں جان کو ناچیز سمجھ کر اور جان کی محبت کو الوداع کہہ کر اپنے مولیٰ کی مرضی کا بکلی تابع ہو جاتا ہے اور اس کی رضا چاہتا ہے اُس کے حق میں اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔ یعنی خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اس کے عوض میں خدا کی مرضی کو خرید لیتا ہے وہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی رحمت خاص کے مورد ہیں۔ غرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اُس کی یہی رُوح ہے جو بیان کی گئی ہے جس کو سمجھنا ہو سمجھ لے۔

ساتواں وسیلہ اصل مقصود کو پانے کے لئے راستبازوں کی صحبت اور اُن کے کامل نمونوں کو دیکھنا ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ انبیاء کی ضرورتوں میں سے ایک یہ بھی ضرورت ہے کہ انسان طبعاً کامل نمونہ کا محتاج ہے اور کامل نمونہ شوق کو زیادہ کرتا ہے اور ہمت کو بڑھاتا ہے اور جو نمونے کا پیرو نہیں وہ سُست ہو جاتا ہے اور بہک جاتا ہے۔

اسی کی طرف اللہ جل شانہٗ اِس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی تم ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو راستباز ہیں اور اُن لوگوں کی راہیں سیکھو جن پر تم سے پہلے فضل ہو چکا ہے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۸)

(جاری ہے)

اسلام کا معاشی و اقتصادی نظام

(از جناب شیخ محمد اقبال صاحب کوئٹہ)

اسلام ایک مکمل اور مستقل ضابطۂ حیات ہے جہاں وہ انسانی زندگی کے دیگر پہلوؤں کے متعلق رہنمائی کرتا ہے وہاں وہ بنی نوع انسان کیلئے متوازن اور خوشحال معاشی زندگی گزارنے کا ایسا بے نظیر اقتصادی نظام پیش کرتا ہے جو نہ صرف دنیا کی تمام اقوام کے لئے قابلِ عمل ہے بلکہ قیامت تک کے زمانہ کی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا اہل ہے

تین قسم کے اقتصادی نظام

اس وقت دنیا میں تین قسم کے اقتصادی نظام ہیں۔ ایک **نظام غیر آئینی** ہوتا ہے یعنی جس میں کوئی قانون نہیں ہوتا۔ دوسرا **نظام قومی** ہوتا ہے جس سے ملک کو ایسے رنگ میں چلایا جاتا ہے جس سے بحیثیت مجموعی **ایک قوم** کو فائدہ ہو اور تیسرا **نظام انفرادی** ہوتا ہے جس میں افراد کو موقعہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اپنے طور پر ملک کی اقتصادی حالت درست کرنے اور اُسے ترقی دینے کی کوشش کریں۔ مزدوروں کو موقعہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کریں۔ سرمایہ داروں کو موقعہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کے لئے کوشش کریں۔ اسی طرح دیگر گروہوں کو اپنی اپنی جگہ حقوق حاصل کرنے کے مواقع دیئے جاتے ہیں۔

ان تینوں میں سے اسلام غیر آئینی نظام کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا۔ البتہ دوسرے دو نظاموں کے بین بین ایک راستہ پیش کرتا ہے جس سے ایک متوازن اور صحت مند انسانی معاشرہ کا وجود عمل میں آتا ہے۔

اسلامی نظام اور اس کی خصوصیات

اسلامی اقتصادی نظام کی خصوصیات ذکر کرنے سے قبل یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اسلام بوجہ حیات **بعد الموت** کے قائل ہونے کے اس مسئلہ کو صرف اقتصادی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ مذہبی اور اخلاقی نقطہ ہائے نگاہ سے بھی جانچ کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے متبعین اسے جزوِ ایمان سمجھ کر اس کی خصوصیات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام اپنے تمام سیاسی اقتصادی تمدنی اور دیگر نظاموں کی بنیاد اس امر پر رکھتا ہے کہ بادشاہت اور مالکیت خدا تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ

وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (الزخرف : ۸۶) یعنی "سب برکتوں کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ بھی اسی کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ قیامت کا علم بھی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائیگا"۔ لہذا اگر دنیا میں بادشاہت کسی کو ملتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور امانت ہوتی ہے اور جب ایسا شخص خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو اس امانت کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ اللہ جسے چاہے بادشاہت عطا کرے اور جب چاہے واپس لے لے جیسا کہ فرمایا۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (آل عمران : ۲۷)

حاکم کا تصوّر

اسلام نسلی بادشاہت کا قائل نہیں بلکہ اسلام کے نزدیک حکومت انتخابی اصول پر قائم ہے۔ اس نے مسلمانوں پر فرض ٹھہرایا ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنی قوم میں سے بہترین شخص کے سپرد حکومت کی امانت کریں۔ قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (نساء : ۵۹) اس اصول کے تحت اسلامی معاشرہ میں جو بھی حاکم منتخب ہو جاوے اس کو عدل اور انصاف قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ فرمایا۔ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (نساء : ۵۹) یعنی "جب تم بطور حاکم کے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کام لو"۔ نیز فرمایا وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرہ : ۲۰۶) یعنی "ایسے حاکم نہ بنو جو مخلوقِ خدا پر ظلم روا رکھتے ہیں اور انسانی معاشرہ کو تباہ و برباد کر کے فساد پھیلاتے ہیں اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ یہ وہ ماحول ہے جس میں اسلام معاشی اور اقتصادی نظام پیش کرتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اسلام دنیا میں پہلا مذہب ہے جس نے (۱) انتخابی حکومت کا اصول مقرر کیا۔ (۲) حکومت کو ملکیت نہیں امانت قرار دیا (۳) لوگوں کی عزت، جان اور مال کی حفاظت کو حکومت کا فرض ٹھہرایا اور (۴) حاکم کو لوگوں کے درمیان عدل کرنے کا حکم دیا۔

اموال

اموال کے متعلق اسلامی اقتصادی نظریہ یہ ہے کہ اس ورلی زندگی کی متاع کو مقصدِ حیات نہ بناؤ۔ یہ دنیاوی زندگی ایک دھوکہ دینے والی زندگی ہے، اک سراب ہے۔ فرمایا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (الحدید : ۲۱) لیکن ساتھ ہی دولت کمانے سے منع نہیں کیا بلکہ فرمایا فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعہ : ۱۰) کہ زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کی تلاش کرو۔ نیز فرمایا ہر شخص کو انفرادی آزادی

حاصل ہے کہ وہ اپنی محنت، فراست اور پوری استعداد کے مطابق دولت کما سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز کو بنی نوع انسان کے فائدہ کیلئے بنایا۔ کسی ایک شخص یا ایک قوم کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ فرمایا ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرہ: ۳۰) لیکن بددیانتی، بے ایمانی، دھوکہ دہی اور غلط ذرائع سے دولت کمانے یا دوسروں کے اموال پر ناجائز قبضہ کرنے یا مصرف میں لانے سے سختی سے منع فرمایا حکم دیا ہے لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ کہ "ایک دوسرے کا مال ناجائز ذرائع سے مت کھاؤ"۔ اور ساتھ ہی ناجائز اغراض مثلاً لہو ولعب، زینت و تفاخر، حرص وطمع، یا محض روپیہ اکٹھا کرنے کی غرض سے دولت کے حصول کو اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضگی کا موجب قرار دیا اور ایسے لوگوں کو وَفِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ کی وعید سے ڈرایا ہے۔

اسی طرح اسلام نے جہاں ایک طرف بخل کو سخت ناپسند کیا ہے وہاں دوسری طرف اسراف اور دولت کے غلط استعمال کی بھی ممانعت کی ہے جیسا کہ فرمایا ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (مومنون: ۴) یعنی مومن وہی ہے جو لغو کاموں سے بچتا ہے۔ فی زمانہ اور لغو مشاغل کے علاوہ ایک سینما کی مثال ہی لے لیجئے۔ ایک اندازہ کے مطابق ایشیا کا غریب سے غریب ملک بھی سینما بینی پر سالانہ کئی کروڑ روپیہ صرف کر دیتا ہے حالانکہ اس کے باشندوں کی اکثریت کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔

اسلام اس قسم کے اسراف سے منع کرتا ہے۔ اگر اسلام کے ان احکام پر پوری طرح عمل کیا جائے تو امراء کی ظاہری حالت بھی ایک حد تک مساوات کی طرف لوٹ آئے کیونکہ ناجائز کمائی کا ایک بڑا محرک ناجائز اور فضول اخراجات ہوا کرتے ہیں۔

اسلام نے اپنے متبعین کو روپیہ جمع کر رکھنے سے سخت منع کیا ہے اور فرمایا کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کو خرچ نہیں کرتے ہم اُن کو دردناک عذاب کی خبر دیتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِ ۝ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ ۝ اَیَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ ۝ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ۝ (ھمزہ: ۱-۵) کہ جو لوگ مال کو جمع کر لیتے ہیں اور پھر حرص اور طمع کی وجہ سے اس کو بار بار گنتے ہیں ان کے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔ ایسا مال اُن کے کسی کام نہ آئے گا بلکہ ان لوگوں کو بھڑکائی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے گا"۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ ان سکوں کو جہنم کی آگ میں تپا کر ایسے لوگوں کے بدن کو داغا جائے گا۔

ایک سوال کا جواب

یہاں طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام ہر شخص کو بطور حق کے انفرادی آزادی دے کر جائز طریقوں سے بغیر روک کے مال و دولت کمانے کی

اجازت دیتا ہے تو مال جمع کرنے والوں کو عذاب سے کیوں ڈراتا ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے اپنے اقتصادی نظام میں ایسی روکیں لگا دی ہیں کہ جن کے باعث حد سے زیادہ روپیہ جمع نہیں ہو سکتا اور کوئی شخص اتنی دولت اکٹھی نہیں کر سکتا جو بنی نوع انسان کی ترقی میں روک بن جائے۔ کیونکہ اگر چند افراد کے ہاتھ میں ملک کی دولت اکٹھی ہو جائے تو یقیناً غرباء کو مصائب اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے اس کا علاج مندرجہ ذیل طریق پہ کیا ہے :-

(اوّل) زکوٰۃ - یعنی جس قدر دولت کسی شخص کے پاس سونے چاندی، نقدی یا اموالِ تجارت کی قسم میں سے ہو اور اس پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو حکومت اس سے اڑھائی فی صد سالانہ کے حساب سے زکوٰۃ وصول کرے گی اور ملک کے غرباء اور مساکین کی بہبود پر خرچ کرے گی۔ یہ زکوٰۃ صرف سرمایہ پہ نہیں بلکہ سرمایہ اور نفع ہر دو پر ادا کرنا ہوتی ہے۔

(دوم) خمس - یہ رقم کانوں کے مالکوں پر واجب الادا ہوتی ہے اور یہ پانچواں حصہ اُس مال سے ہوتا ہے جو کان سے نکالا جاتا ہے۔ یہ مقررہ نصاب والی زکوٰۃ کے علاوہ ہے جو کان کے مالکوں کو بہر حال اپنے نفع پر ادا کرنا ہوتی ہے۔

(سوم) طوعی صدقہ - اسلام کا حکم ہے کہ ہر شخص کو صدقہ و خیرات کے طور پر یتیموں، غریبوں اور مسکینوں کی پرورش اور خبر گیری کے لئے کچھ نہ کچھ خرچ کرتے رہنا چاہیئے۔

(چہارم) ورثہ کی تقسیم - صاحبِ جائداد آدمی کی وفات پر شریعت اس کی تمام جائداد کو اس کے خاندان میں ایک مقررہ قانون کے مطابق تقسیم ہو جائے گی اور کسی فردِ واحد کے پاس جمع نہیں ہو سکے گی۔ اس تقسیم کے نتیجہ میں بڑی سے بڑی دولت بھی تین چار نسلوں سے آگے نہ بڑھ سکے گی۔

ناجائز دولت جمع ہونے کے علاج

اسلام نے ناجائز طور پر روپیہ کے حصول سے نہ صرف منع کیا ہے بلکہ اس کے سدِّباب کے لئے ٹھوس اور مؤثر ذرائع اختیار کرنے کے احکام دیئے ہیں جو یہ ہیں :-

(۱) سُود کی ممانعت - اسلام نے سُود پر روپیہ لینا اور دینا منع کیا ہے۔ اِس وقت دنیا میں دولت کی غیر مساوی تقسیم اور اکثر ممالک کی اقتصادی بدحالی کا سب سے بڑا موجب یہی سُود ہے اور یہ سُود غرباء کی ترقی میں ایک بڑی روک ہے جسے اسلام نے دُور کر دیا۔ یہاں سوال کیا جا سکتا ہے کہ فی زمانہ دنیا کا کاروبار بغیر سُود کے کیسے چل سکتا ہے ؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ جیسے اِس سے پیشتر اسلامی معاشرہ کا کاروبار چلا کرتا تھا !! سُود کے بھیانک نتائج خود اِس

لعنت کو ساری دنیا سے دور کرنے کا موجب نہیں گے۔ یہود کا یورپ سے جبری انخلاء اور تمام دنیا کے ممالک کا ان کو قبول کرنے سے انکار اور اہلِ فلسطین پر زبردستی ٹھونسا جانا اس دعویٰ کی تازہ اور بیّن دلیل ہے

(۲و۳) جوئے اور رشوت کی ممانعت۔ اسلام نے واضح طور پر ان ہر دو برائیوں کو اسلامی معاشرہ سے دور کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ ناجائز طور پر روپیہ حاصل کرنے کے یہ بہت بڑے ذرائع ہیں جن کا سدِّباب کیا گیا۔

(۴) ذخیرہ اندوزی کی ممانعت۔ اسلام نے احتکار سے منع کیا ہے یعنی کسی جنس کو اس لئے روک لیا جائے کہ جب اس کی قیمت بڑھ جائے تب اُسے فروخت کیا جاوے اس طرح نفع خوری کے رجحان کا ہی قلع قمع کیا گیا۔

(۵) قیمت کو ناجائز حد تک گرانے کی ممانعت۔ کئی مالدار تاجر اشیاء کی قیمت حد سے زیادہ گرا کر چھوٹے اور غریب تاجروں کا دیوالہ نکال دیتے ہیں۔ یا جان بوجھ کر قیمت گرا کر ساری منڈی کا مال خرید لیتے ہیں اور اس طرح monoply حاصل کر کے اپنی اشیاء کو من مانی قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ اسلام نے اس طرح ناجائز حد تک قیمتوں کو گرانے سے منع کیا ہے۔

اسلامی نظام کی ایک اہم خصوصیت

اسلام کے اقتصادی نظام کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی حکومت پر فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ ہر شخص کے لئے روٹی کپڑے اور رہائش کا انتظام کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب نظام مکمل ہوا تو اس وقت اسلامی تعلیم إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ۝ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ (طٰہٰ: ۱۱۹، ۱۲۰) کہ "نہ تو بھوکا رہے گا، نہ ننگا، نہ پیاسا اور نہ دھوپ میں جلے گا" کے تحت ہر فرد و بشر کے لئے روٹی کپڑے وغیرہ کا مہیا کرنا حکومت کے ذمہ تھا اور وہ اس فرض کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کیا کرتی تھی۔

سرمایہ داری اور اشتراکیت

مناسب ہوگا کہ اس جگہ ان بڑے نظام ہائے اقتصاد کا بھی ذکر کر دیا جائے جو اس وقت میں دنیا میں رائج ہیں اور جن کے پیچھے دنیا کی دو بڑی طاقتیں کارفرما ہیں اور بوجہ ان طاقتوں کے سیاسی اثر اور غلبہ کے دنیا کے باقی ماندہ چھوٹے اور ترقی پذیر ممالک ان دو نظاموں کی طرف مائل ہو کر دو مخالف گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ ان میں سے ایک سرمایہ داری کا نظام ہے اور دوسرا **اشتراکیت** کا نظام ہے۔

چونکہ ان ہر دو نظاموں کی تخلیق انسانی فہم کی مرہونِ منت ہے اسلئے جہاں جہاں یہ اسلامی اقتصادی نظام سے ٹکراتے ہیں وہیں ان کی ٹھوکر اور

تباہی کے سامان نظر آتے ہیں اور باوجود ساری دنیا پر غلبہ اور اثر رکھنے کے ان کی بنیادیں اس تھوڑے سے عرصہ میں ہلتی دکھائی دیتی ہیں اور انہی کی بدولت ساری دنیا میں بے چینی، نفرت اور بغاوت کے آثار نمایاں ہوچکے ہیں اور وہ دور نہیں جب ان مادی نظاموں کے بظاہر عظیم قلعے اپنی کمزور بنیادوں کے باعث گر کر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔

پہلے سرمایہ داری کے نظام کو دیکھئے۔ اس نظام میں اگرچہ انفرادی آزادی کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن دوسری طرف دولت کی صحیح تقسیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی اور نہ ہی ناجائز ذرائع سے روپیہ کے حصول کا سدِّ باب کیا گیا ہے۔ تمام کاروبار کی بنیاد سود پر رکھی گئی ہے۔ احتکار یعنی مال کو روکے رکھنے پر کوئی پابندی نہیں۔ کارٹل سسٹم کو خوب فروغ حاصل ہے یعنی چند دولت مندوں کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ تجارتی اشیاء، صنعتی پیداوار اور ضروریاتِ زندگی کی چیزوں پر اپنا قبضہ جمائے رکھیں۔ چاہیں تو ان کی فروخت روک لیں اور چاہیں تو ان کی قیمت اتنی گرا دیں کہ غریب اور متوسط تاجروں کا دیوالہ نکال دیں۔

یہ نظام رشوت کے پنپنے کے لئے بڑا حوصلہ افزا ماحول پیدا کر رہا ہے۔ جوئے کی تجارت اپنے جوبن پر ہے بلکہ اسے قانونی حفاظت حاصل ہے۔ اسی طرح یہاں ناجائز اغراض کے لئے دولت کمانے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ نہ ہی لغو کاموں پر دولت کے استعمال اور اسراف پر کوئی پابندی ہے جس کے باعث ناجائز کمائی پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ دولت کمانا اور اکٹھی کرنا ہی ان ممالک کا مطمحِ نظر ہے۔ دولت کے بل بوتے پر ہی حکومت حاصل کی جاتی ہے اور دولت لوٹ کر امیروں کے پاس واپس پہنچ جاتی ہے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ساری دنیا میں عدم مساوات اور دولت کی ناجائز تقسیم کی وجہ سے بنی نوع انسان کے درمیان انتہائی نفرت، بے اطمینانی، خوف اور انتشار کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ اور سرمایہ داری کے نظام کی بنیادیں متزلزل ہوچکی ہیں۔ اس کی ایک مثال یورپین کامن مارکیٹ میں فرانس اور دیگر اتحادیوں کی طرف سے انگلستان کے داخلہ پر شدید مخالفت ہے۔

پھر آپ اشتراکی نظام کو دیکھئے۔ اس نظام میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اقتصادی امور میں کسی شخص کو انفرادی آزادی حاصل نہیں ہے جس کی وجہ سے پیداوار اور جائز کمائی میں شدید کمی واقع ہونے کے امکانات موجود ہیں اور انسانی قابلیت کی نشوونما کے لئے ایک روک کھڑی کر دی گئی ہے۔ انسانی بنیادی حقوق خصوصاً حقِ ملکیت کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا۔ طرفہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ انسانی مساوات کے نام پر کیا جاتا ہے جو صرف دعویٰ کی حد تک محدود ہے

اور عملاً اشتراکی ممالک میں مساوات کے دعویٰ کی تغلیط اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔ اس نظام کی بنیاد منفی نظریات پر رکھی گئی ہے۔

مختصر یہ کہ سرمایہ داری اور اشتراکی نظام **افراط** اور **تفریط** کی دو راہیں ہیں۔ اسلامی نظام ان ہر دو کے بین بین ایک راستہ کی نشاندہی کرتا ہے اور وہ یہ کہ اسلام کا معاشی نظام (۱) انفرادی آزادی اور حق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے (۲) دولت جمع کرنے پر روک لگاتا ہے (۳) دولت جمع کرنے کے محرکات پر پابندی عائد کرتا ہے (۴) جمع شدہ دولت کو جلد سے جلد تقسیم کرنے کا بندوبست کرتا ہے اور (۵) امراء سے حاصل شدہ روپیہ کو غرباء اور مساکین پر خرچ کرنے کا انتظام کرتا ہے۔

یہی نظام حقیقی اور مکمل ہے کیونکہ اس کے ذریعے عدم مساوات کو دور کر کے ایک صحت مند اور متوازن معاشرہ کی تشکیل ممکن ہے۔ دورِ اول میں اسلام نے اسی نظام کو قائم کیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ پورا نظام جلد ختم ہو گیا لیکن اس کی روح قائم رہی اور اب اسی نظام کو دوبارہ احمدیت (اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں) دنیا میں قائم کیا جائے گا انشاء اللہ۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام کے احیاء اور سربلندی کے ساتھ اس کا اقتصادی نظام بھی از سر نو دنیا میں قائم ہو کر رہے گا اور انسان کے بنائے ہوئے سب باطل نظام صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین +

غزل

(جناب وسیم گورداسپوری۔ ملتان)

وہی رہنما جس کو آنا تھا یارو
وہ شاہکارِ فخرِ رُسُل آگیا ہے

اسے ماننے میں ہے راحت ہمیشہ
اسی کی اطاعت رضائے خدا ہے

اسے نورِ احمدؐ سے بھرپور پایا
کہ وہ بھی غلامِ درِ مصطفےٰؐ ہے

جو عالم میں پھیلی ہیں رُوحانی کرنیں
منوّر انہیں سے جہاں ہو رہا ہے

اسی نے ہیں مخفی خزانے بتائے
محبت سے اسلام پھیلا رہا ہے

جو چشمہ ہے پھوٹا صداقت کا پیاسو!
مبارک ہو تم کو وہ پلوا رہا ہے

ہے عشقِ الٰہی میں سرشار یہ بھی
مگر پینے والوں میں سب سے جُدا ہے

نہ ہو ناز پھر کیوں وسیمِ حزیں کو
کہ ناچیز یہ اس کے در کا گدا ہے

اقتباس

سمندروں کی وسیع و عریض دُنیا

ــــــ بے اندازہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہے ــــــ

صرف پانی میں حل شدہ سونے کی مقدار پندرہ کروڑ ٹن ہے

کُرۂ زمین کا چوتھائی حصہ خشکی ہے باقی تین چوتھائی پانی۔ حصۂ آب کا رقبہ ۱۴۱ کروڑ مربع میل سے زیادہ ہے جو زمین کے شمالی حصہ میں ۶۱ فی صد پایا جاتا ہے اور جنوبی حصہ میں ۸۱ فی صد۔

ہر سال پانی کی ایک تہہ ۱۳ فٹ ۱۱۹ انچ کی موٹی بھاپ بن کر اُڑ جاتی ہے۔ گویا بالفاظِ دیگر یوں سمجھئے کہ ۲۵ کھرب فٹ مکعب یا ۱۵ ٹن کھرب پانی ہر سال سورج کی گرمی کی نذر ہو جاتا ہے جس کی تلافی بارش اور دریاؤں سے ہوتی رہتی ہے۔ قطبین کے علاقے میں پانی ایک دوسری شکل میں بھی پایا جاتا ہے جس کا نام تودۂ برف ہے۔ ان تودوں کا نہایت تھوڑا حصہ ہر سال پگھلتا ہے ورنہ اگر یہ تمام تودے پگھل جائیں تو سوائے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں کے ساری دنیا غرقِ آب ہو جائے۔

سب سے بڑے تودے گرین لینڈ کے سمندر میں پائے جاتے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر شاید حیرت ہو گی کہ گرین لینڈ کا سمندر بعض جگہ چھ ہزار فٹ کی تہہ میں چار لاکھ مربع میل تک منجمد ہو جاتا ہے اور اس سے تقریباً ایک ارب ٹن پگھلا ہوا پانی ہر سال سمندروں میں پہنچتا رہتا ہے۔

برفیلے تودوں کی تعداد جو شمال سے جنوب کی طرف بہہ بہہ کر آتے ہیں اوسطاً ۴۰۲ ہے اور اس وقت تک سب سے بڑا تودہ ۶۵ فٹ اونچا اور ۱۷۰ فٹ لمبا دیکھا گیا ہے جس کا وزن کروڑوں ٹن ہونا چاہیئے۔ جب ۱۹۱۲ء میں ٹائٹانک جہاز برف کے تودوں سے ٹکرا کر غرق ہوا تو تودوں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ایک بین الاقوامی جماعت مقرر کی گئی تا کہ ان کو توڑتی رہے اور جہازوں کی آمد و رفت مخدوش نہ رہے۔ لیکن پوری طرح اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایک بار وقتِ واحد میں پانچ سرنگیں لگا کر ایک تودہ کو اڑانا چاہا لیکن اس کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ تودہ میں صرف ۱۵ فٹ گہرا اور بیس فٹ لمبا سوراخ پیدا ہو سکا۔ ایک مرتبہ بہت زیادہ قوت کا ڈائنا میٹ بجلی کے ذریعے سے استعمال کیا گیا لیکن اس نے بھی کوئی اثر نہ کیا۔

لامحدود ذخائر

تودوں کا بہت بڑا حصہ (تقریباً ۹۰ فٹ کا) پانی کے نیچے رہتا ہے اس لئے جب وہ کبھی سمندر کے گرم چشموں میں پہنچ جاتے ہیں تو پگھلنے لگتے ہیں اور بہت سے

چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو کر فنا ہو جاتے ہیں۔

سمندروں کے متعلق یہ خیال کرنا کہ کبھی وہ خشک ہو سکتے ہیں بالکل مہمل ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ سمندروں کا جتنا پانی بھاپ بن کر اڑتا ہے اتنا انہیں واپس نہیں ملتا بعض کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ سمندروں کے پانی کے دباؤ سے کسی وقت زمین کا شق ہو جانا بھی ممکن ہے۔ ایک امریکن ماہر کا بیان ہے کہ ان نباتات کے لئے جو سمندروں کی تہہ میں بستے رہتے ہیں پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور جتنا پانی ان میں ہر سال صرف ہوتا ہے اس سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ سمندر کا پانی ہر سال دس انچ کم ہو رہا ہے اور اس طرح گویا بارہ ہزار سال میں اسے خشک ہو جانا چاہیئے لیکن آسٹریلیا کے ایک ماہر کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ گزشتہ دس ہزار سال کا تجربہ بتاتا ہے کہ سمندروں کے پانی میں کوئی کمی نہیں آئی ہے اس لئے یہ خیال کہ کسی وقت سمندر خشک ہو جائیں گے بالکل بے معنی بات ہے۔ کرۂ ارض کے پانی کی تقسیم جغرافیہ والوں نے مختلف سمندروں کے ناموں سے کی ہے تین بڑی بڑی قسمیں یہ ہیں:- بحر اوقیانوس، بحرالکاہل، بحر ہند بعض نے قطبین کے حصۂ آب کے بھی علیحدہ نام رکھے ہیں لیکن حقیقتاً وہ انہی تین سمندروں کے حصے ہیں۔ ان سمندروں میں بحرالکاہل سب سے بڑا اور بہت زیادہ گہرا سمندر ہے۔ شمالاً جنوباً ۹۳۰۰ میل تک چلا گیا اور شرقاً غرباً ۱۰۶۰۰ میل تک۔ اس کی گہرائی کا اوسط ۱۴۰۰۰ فٹ سے کچھ زائد ہے۔ سواحل جنوبی امریکہ کی طرف اس کی گہرائی ۲۰ ہزار سے ۲۵ ہزار فٹ تک دریافت ہوئی ہے اور جزائر فلپائن کے پاس ۳۵ ہزار فٹ تک یعنی اگر ایورسٹ کی چوٹی جو دنیا کی سب سے اونچی چوٹی ہے اس حصۂ آب میں ڈالی دی دی جائے اور اس کے اوپر برطانیہ کا سب سے اونچا پہاڑ بن نوس اٹھا کر رکھ دیا جائے تو بھی دو ہزار فٹ پانی ان کے اوپر نظر آئے گا۔

بحر ہند کی گہرائی کا اوسط ۱۳ ہزار فٹ ہے۔ گویا بحر اوقیانوس کی گہرائی کے اوسط سے ۱۲۰ فٹ زیادہ چھوٹے سمندروں میں آرکٹک کی گہرائی کا اوسط سب سے کم ہے یعنی ۴ ہزار فٹ۔ بحر روم کی گہرائی کا اوسط اس سے ۲ ہزار فٹ زیادہ ہے۔

زیر آب پہاڑی سلسلے

سب سے کم گہرا پانی خلیج فارس کا ہے یعنی اوسطاً ۸۴ فٹ۔ بالٹک کا پانی اس سے دو چند گہرا ہے اور انگلش چینل اس سے بھی کچھ زیادہ یعنی اوسطاً ۱۹۲ فٹ۔ بحیرۂ شمالی البتہ نسبتاً گہرا ہے اور اس کی گہرائی کا اوسط ۲۱۲ فٹ ہے۔

جس طرح ہم کو زمین پر پہاڑیاں اور وادیاں وغیرہ نظر آتی ہیں اسی طرح سمندر کے اندر بھی موجود ہیں۔ بعض مقامات پر سمندری پہاڑوں کی چوٹیاں پانی کے اوپر نکل آئی ہیں اور انہیں کا نام جزائر ہے۔ الغرض اسی طرح کے بہت سے سلسلے پہاڑوں کے اندر پائے جاتے ہیں۔ سمندر کی سطح کبھی ساکن نہیں ہوتی اور اس کا پانی ہمیشہ مد و جزر میں رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کا درجہ حرارت ۲۴ گھنٹے میں ایک نہیں رہتا۔ دن میں ہوا کے ٹمپریچر کے مقابلے میں اس کا ٹمپریچر ایک ڈگری زیادہ رہتا ہے اور رات

کو ڈیڑھ ڈگری گرم۔

کرۂ ارض پر زندگی اربوں سال تک ختم نہیں ہوگی

لہروں کی پوری ضخامت و قوت کا اندازہ بھی کھلے سمندروں میں ہی ہوسکتا ہے کیونکہ دنیا کی کوئی بڑی جھیل ایسی نہیں ہے جہاں لہریں اپنی قوت کے ساتھ اٹھ سکیں۔ بحر اوقیانوس، بحر ہند اور بحر الکاہل میں کیونکہ ہوا بہت زور سے چلتی ہے اس لئے وہاں موجوں کو پوری طاقت کے ساتھ اٹھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ مشہور ہے کہ سمندر کی لہر پہاڑ کی طرح اٹھتی ہے اور وہ واقعی ایسی ہی معلوم بھی ہوتی ہے کیونکہ جب مسلسل اونچی اونچی لہریں اٹھتی ہیں اور ان کے تھپیڑوں سے جو چھینٹے اڑ اڑ کر آتے ہیں ان کے اندر سے سامنے کی فضا دھندلی ہو جاتی ہے اور لہروں کی بلندی پہاڑ ہی کی طرح نظر آتی ہے۔ طوفان کے وقت لہروں کی بلندی عموماً چالیس فٹ ہوتی ہے اگرچہ کبھی کبھی طوفانی حالت میں وہ ستر فٹ تک پہنچ جاتی ہے ورنہ سکون کی حالت میں اس کی بلندی ۲۰ فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔

بحر اوقیانوس اور بحر شمالی میں لہروں کا دباؤ فی مربع فٹ ایک ٹن کے قریب ہوتا ہے۔

سمندر کی تباہ کاریاں تو ظاہر ہی ہیں لیکن اس کا تعمیری پہلو بھی ہے۔ ۲۵ سال کے عرصہ میں برطانیہ کی ۴۰۶۶ ایکڑ زمین اگر دریا برد ہوئی تو ۴۸ ہزار ایکڑ زمین دوسری جگہ سمندر نے دے بھی دی۔

سمندر کے اندر جتنی دولتیں پنہاں ہیں ان کا اندازہ مشکل ہے لیکن سب سے بڑی دولت اس کا مگنیشیم ہے۔ یہ ایک چمکدار دھات ہے جس کی چادریں، سلاخیں اور ستون وغیرہ بن سکتے ہیں اور نئی دنیا نے یہ امیدیں قائم کی ہیں کہ آئندہ تمام مکانات کی تعمیر اسی دھات سے ہوگی اور کرۂ زمین ان تعمیروں سے جگ مگ جگ مگ کرنے لگے گی۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ جو اشیاء سمندر میں پائی جاتی ہیں ان کے ½ حصہ سے ۶۰ لاکھ ٹن مگنیشیم، گیارہ کروڑ ستر لاکھ ٹن نمک، ۴ کروڑ ۴۰ لاکھ ٹن چاندی، ۲۰ لاکھ ٹن سونا حاصل ہوسکتا ہے۔ موتی بھی سمندر کی بڑی دولت ہے جس کا علم عہد قدیم کے انسان کو بھی تھا اور موتی کی قدر و قیمت تو خیر سبھی کو معلوم ہے۔

بعض چھوٹے چھوٹے سمندر ایسے ہیں جن کے چاروں طرف خشکی کا حصہ ہوتا ہے اور اصطلاح میں ان کا نام بحر محاط (INLAND SEA) ہے۔ اس قسم کے سمندروں میں سب سے بڑا بحر خضر (CASPIAN SEA) ہے جس کا رقبہ ایک لاکھ ستر ہزار مربع میل ہے۔ ان کو ہم ایک لحاظ سے جھیل بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ جھیلیں پہاڑوں میں بھی پائی جاتی ہیں چنانچہ ایورسٹ کی چوٹی پر بھی ایک جھیل ہوائی جہاز سے دیکھی گئی ہے لیکن وہاں تک کوئی پہنچ نہیں سکا۔ یہ جھیل بہت چھوٹی ہے مگر بڑی جھیلوں میں سب سے اونچی جھیل ٹٹی کاکا ہے جو جنوبی امریکہ کے پہاڑ میں سطح آب سے ۱۲۵۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ بعض جھیلیں ایسی ہیں جو سطح آب سے بہت نیچے واقع ہیں ان میں بحر مردہ (DEAD SEA) خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ یہ سمندر کی سطح سے ۱۲۹۲ فٹ نیچے واقع ہے۔۔۔۔"

(روزنامہ مشرق لاہور ۱۶ ارجون ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ یہ مضمون بھی اللہ تعالیٰ کے قول وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ کی تائید کرتا ہے۔

ایک پُرانے بزرگ کا مکتوب

محترم جناب ڈاکٹر محمد منیر صاحب امرتسری لاہور سے تحریر فرماتے ہیں :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہمارے مکرم و محترم مولنا ابو العطاء صاحب فاضل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جب سے "آپ کی یادیں" الفرقان میں شائع ہو رہی ہیں میرے لئے خاص دلچسپی کا موجب بن رہی ہیں۔ خاص کر جن یادوں کا تعلق امرتسر سے ہے وہ تو پُر نم آنکھوں کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہیں۔ ایک عرصہ سے آپ سے ملاقات بھی نہیں ہو سکی۔ کچھ اپنی ہی کمزوری صحت کا قصور ہے اب زیادہ چلا پھرا نہیں جاتا۔ ربوہ میں بھی جلسہ یا دوسرے فنوں میں بھی ملنے کا اتفاق نہیں ہو سکا۔ البتہ الفرقان کی معرفت میرا سارا ذوق پُرانا جو آپ کی طالبعلمی کے زمانہ سے آپ کے ساتھ وابستہ ہے تھوڑا تھوڑا پورا ہو جاتا ہے اور آپ کے لئے دعا نکلتی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ویسا ہی نوجوان، اسلام اور احمدیت کا مجاہد اور فتح نصیب مبلغ رکھے جیسا کہ میں اب تک دیکھتا چلا آیا ہوں۔ میں اب اس واسطے لکھتا ہوں کہ میں نے شاید الفرقان میں ہی پڑھا تھا کہ آپ نے سفید داڑھی بنانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ میں نے کوشش کی تھی کہ میں کبھی مل کر یا بذریعہ خط آپ کو اس کوشش سے باز رکھوں لیکن مجھے موقعہ نہیں مل سکا۔ آپ نوجوان مبلغ ہی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو عمر بھر نوجوان ہی رکھے۔

اس زمانہ میں تبلیغ کا فرض اس قدر احسن طور پر آپ نے ادا کیا ہے کہ مولا کریم کے حضور آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اور دعائیں بار بار نکلتی ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور دردِ دل اور آنسوؤں کے ہار پیش کر کے کی جاتی ہیں۔ خدا نخواستہ جسمانی عوارض کے باعث اگر آپ کبھی اس فرض کو ادا نہ کر سکیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے بچوں کو توفیق عطا فرماوے کہ وہ آپ کی پُوری پُوری نیابت اس ضمن میں ہمیشہ ہمیشہ کرتے رہیں۔

ہمارے دوست آہستہ آہستہ اپنا اپنا فرض ادا کر کے اب خدا تعالیٰ کے پاس پہنچتے جاتے ہیں۔ ہمارے جتنے کلاس فیلو تھے وہ فوت ہو گئے۔ ہم سے دو سال پیچھے کے

کے ڈاکٹر یوسف شاہ صاحب بھی فوت ہو گئے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا!
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

ہم بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔

آپ اور شمس صاحب رضؓ اور دوسرے مبلّغ اکثر ہمارے پاس امرتسر آتے اور ہمارے ہاں ٹھہرتے۔ وہ یادیں اور جلسوں کی کشمکش اور مناظرات اور کئی دوسری خوش کن یادیں دل کو مسحور کر دیتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کرے کہ ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہی محمل کے قافلہ والوں میں سے ہوں۔

الفرقان تبلیغ کا حق پورا پورا ادا کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو ہمیشہ جوان رکھے اور وہ اسی طرح نئے نئے حالات کے ساتھ نئے نئے سوالوں کا مسکت جواب دیتا رہے تا لوگ خود حق کو پائیں اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی صداقتوں کو ساری دنیا میں بھی تقسیم کر کے ان کی ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب بنیں، آمین۔ یہ چند لفظ ایک دل کا اُبال ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری ان دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین۔ فقط دعا گو اور دعا کا طالب

ڈاکٹر محمد منیر امرتسری

نوٹ: آجکل "اسلام اور سوشلزم" کا مضمون بڑی اہمیت رکھتا جاتا ہے اپنے کسی بچے کو اس مضمون پر Research کر کے اسکے کل پہلوؤں کو اُجاگر کرائیں تا لوگ سمجھ بھی سکیں

روزنامہ
الفضل
ربوہ

الفضل ہمارا، آپ کا اور سب کا اخبار ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے رُوح پرور خطبات، علماء سلسلہ کے اہم مضامین، بیرونی ملکوں میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شائع ہوتی ہیں۔

آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی مطالعہ کے لئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی فرض ہے +

ماہنامہ
تحریک جدید
ربوہ

"اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار"

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں!

چندہ سالانہ صرف دو روپے

(مینجنگ ایڈیٹر)

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵- انارکلی، لاہور

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں

عمارتی لکڑی دیار، کیل، پڑتل، چیل

کافی تعداد میں موجود ہے

ضرورت مند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دیکر مشکور فرمائیں

• گلوب ٹمبر کارپوریشن

۲۵- نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور۔ فون ۶۲۶۱۸

• سٹار ٹمبر سٹور

۹- فیروز پور روڈ۔ لاہور

• لائل پور ٹمبر سٹور

راجباہ روڈ۔ لائل پور۔ فون ۳۸۰۸

مفید اور مؤثر دوائیں

نورِ کاجل

ربوہ کا مشہورِ عالم تحفہ

آنکھوں کی خوبصورتی اور صحت کے لئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، پھپھنی، ناخنہ، ضعفِ بصارت
وغیرہ امراضِ چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد
جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ
سال سے استعمال میں ہے۔

خشک و تر قیمت فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
کی بہترین تجویز، جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ
پیش کی جا رہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد
جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا،
ان تمام امراض کا بہترین علاج۔

قیمت پندرہ روپے

نورِ منجن

دانتوں کی صفائی صحت کیلئے ازحد ضروری ہے۔
یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت اور
علاج کے لئے بہت مفید ہے۔

قیمت ایک روپیہ

نورِ نظر

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
کی بہترین تجویز، جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل
سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔

قیمت مکمل کورس پچیس ۲۵ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ۔ گول بازار ربوہ۔ فون نمبر ۳۸

(طابع و ناشر:- ابوالعطاء جالندھری ؛ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

تفہیماتِ ربّانیہ

محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مدیر الفرقان و سابق مبلغ بلادِ عربیہ کی اس لاجواب تصنیف میں ان تمام اعتراضات کا تفصیلی اور تسلی بخش جواب دیا گیا ہے جو مخالفینِ احمدیت کی طرف سے کیے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا:۔

"اس کا نام میں نے ہی تفہیماتِ ربانیہ رکھا ہے (طباعت سے پہلے) اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا ہے۔ اس کتاب کے لیے کئی سال سے مطالبہ ہو رہا تھا کئی دوستوں نے بتایا کہ عشرہ کاملہ میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اسکے جواب میں اعلیٰ لٹریچر تیار ہوا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اسکی اشاعت کرنی چاہیئے۔" (الفضل ۱۲ر جنوری ۱۹۳۱ء)

اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن یکصد صفحات اور بعض قیمتی حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس انتہائی مفید کتاب کا ہر احمدی گھرانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔

ضخامت آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلد اعلیٰ سفید کاغذ گیارہ روپے؛ مجلد اخباری کاغذ آٹھ روپے۔ کتابت و طباعت عمدہ۔

○

مکتبہ الفرقان ربوہ

Monthly AL-FURQAN Rabwah

REGD. NO. L 5708

AUGUST 1969

تردیدِ عیسائیت

کے سِلسلہ میں ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

- **مباحثۂ مصر** قیمت ۰۶۲

(عیسائیت کے بنیادی عقائد پر جناب مولانا ابوالعطاء صاحب بشیر اسلامی اور مشہور عیسائی پادری ڈاکٹر فلپس کے مابین فیصلہ کن مباحثہ)

- **تحریری مناظرہ** قیمت ۱۰۵۰

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل اور مشہور عیسائی پادری عبدالحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ۔ جس میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید کچھ لکھنے سے انکار کر دیا)

- **مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ** قیمت ۱۰۲۵

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مِل سکتی ہیں۔

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

طابع نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا